(سلسلۂ تاریخ دکن)

ملیبار

یعنی

ازمنۂ مختلفہ میں جغرافیائی کوائف، قدیم تاریخ، اقوام عالم کے تعلقات، مقدس تھوما کا ورود، عربوں کا توطن، اشاعت اسلام کے حالات، ماپلا کی تحقیق، سیاحوں کے مشاہدات، پرتگیزوں کے اقتدار کی سرگزشت

جس کو

حکیم سید شمس اللہ قادری ماہر آثار قدیمہ نے

عربی، فارسی، اردو، انگریزی وغیرہ زبانوں کی مستند و معتبر تصنیفات سے اخذ کر کے تالیف کیا اور زیر سرپرستی

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، علی گڑھ

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ میں طبع ہوا ۱۳۴۸ھ ۱۹۳۰ء

[illegible] علیگڑھ [illegible] شائع ہوا

خزینۂ معلومات مفت طلب کیجئے

چند سال سے کانفرنس نے اپنا بک ڈپو قائم کیا ہے جس میں اردو کے تمام مشہور مصنفین مثلاً سر سیّد، نواب محسن الملک، مولانا حالی، علامہ شبلی نعمانی، مولانا حافظ نذیر احمد، مولانا سیّد سلیمان ندوی، مولانا محمد حبیب الرحمن خاں شروانی (نواب صدر یار جنگ) وغیرہ کی تصنیفات موجود ہیں جو مناسب نرخ پر فروخت ہوتی ہیں۔

بچوں اور عورتوں کی تعلیم و تربیت نیز فن تعلیم کے متعلق بھی متعدد معتبر و مفید کتابیں اس بک ڈپو سے مل سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ گزشتہ چند سال میں خود کانفرنس نے جو عمدہ و دلچسپ کتابیں نہایت اہتمام سے حسن طباعت و کتابت کے ساتھ شائع کی ہیں (مثلاً وقار حیات، یاد ایام، خطبات عالیہ، فطرت اطفال، التربیۃ الاستقلالیہ، تاریخ سلاطین معبر، تاریخ ملیبار وغیرہ) خصوصیت کے ساتھ مطالعہ کے قابل ہیں۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ عام فائدہ کے خیال سے باوجود ظاہری و معنوی محاسن کے ان کی قیمتیں بہت کم رکھی گئی ہیں۔ یہ کتابیں بھی کانفرنس بک ڈپو سے ملتی ہیں اور زیادہ خریداری پر تاجروں کو کمیشن بھی دیا جاتا ہے۔

ان سب کتابوں کے تفصیلی حالات اور ان کی قیمتیں رسالہ خزینۂ معلومات سے معلوم ہونگی، آپ صرف ایک کارڈ لکھ دیجئے، رسالہ خزینۂ معلومات جو (۱۴۰) صفحے کا ہے دفتر سے محصول ڈاک لگا کر آپ کی خدمت میں بلا قیمت بھیج دیا جائے گا۔ اس کو پڑھ کر آپ اپنے مذاق و شوق کی کتابیں طلب کر لیجئے۔

ملنے کا پتہ

صدر دفتر کانفرنس سلطان جہاں منزل علیگڑھ

انتساب

جناب مستطاب فضیلت مآب نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا الحاج محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی صدر الصدور ممالک محروسہ سرکار نظام عالی مقام خلد اللہ ملکہ و سکریٹری آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس (علی گڑھ) کے نام نامی و اسم گرامی سے یہ سلسلہ تاریخ دکن موسوم و منسوب کیا جاتا ہے

حکیم سید شمس اللہ قادری

حیدرآباد دکن
۲۰ رجب سنہ ۱۹۲۸ء

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)

ملیبار کے جغرافیائی حالات

ملیبار کے قدیم نام اور ان کی تحقیق

اہل عرب ہندوستان جنوبی کے مغربی ساحل کو ملیبار کہتے ہیں۔ اس کے قدیم نام جو کنڑی اور تامل کی قدیم تصنیفات میں ملتے ہیں کرالا اور ملیالم ہیں۔ کرالا اور کیرل کنڑی زبانوں میں تامل الفاظ چیرلم اور چیرال کی بگڑی ہوئی صورتیں ہیں۔ چیرل کے معنی ہیں سلسلہ کوہ

کرالا کیرلیا چیرلم

چیرلم اس ملک کو کہتے ہیں جہاں کوہستانی سلسلہ پھیلا ہوا ہوتا ہے ملیبار میں چونکہ اول سے آخر تک کوہستانی سلسلہ واقع ہے اس لئے یہ ملک چیرلم یا کرالا کے نام سے موسوم کیا گیا ہے[1]

ملی

ملی دراوڑی زبانوں میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔ اس کی کسی قدر بدلی ہوئی صورت ملیا سنسکرت میں بھی مستعمل ہے۔ اس سے جنوبی مصنفین خصوصیت کے ساتھ مغربی گھاٹ کا وہ حصہ مراد لیتے ہیں جو جنوب میں دریائے کاویری کے نیچے واقع ہے[2]

دوبارہ

چولا خاندان کے راجہ کیسری ورمن نے جو چھٹی صدی ہجری میں گزرا ہے اپنی حکومت کے

Tamilian Antiquary. Vol. IV. pp. 69–71 ؎۱

Coins of Southern India pp.. 122. ؎۲

اننتپور ساال تنجور کے عظیم الشان مسجد پر ایک کتبہ کندہ کرایا ہے جس میں ملیبار کا نام ملئی ناڈو Malai-Nadu درج ہے[1] اور اس کے معنی ہیں "پہاڑی ملک"۔

ملیالم — ملیبار کی زبان بہ تامل سے جدا ہے۔ یہ دراویڈین زبان کی ایک شاخ ہے اور چوں کہ وہ ایسے علاقہ کی زبان ہے جہاں کثرت سے پہاڑ واقع ہیں۔ اس لیے اس کا نام "ملیالم" یعنی پہاڑی زبان رکھا گیا ہے اور اسی مناسبت سے اس ملک کو جس میں یہ زبان بولی جاتی ہے اور نیز ان لوگوں کو جو اس زبان کو بولتے ہیں ملیالم کہتے ہیں۔

ملیبار — ملی کے آخر میں بار کے اضافہ کرنے سے ملیبار بنا ہے۔ "بار" فارسی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں "ملک اور کثرت و فراوانی"۔ "ملی" کے معنی جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیے ہیں کوہستان کے ہیں۔ اس اعتبار سے ملیبار کے معنی ہیں "پہاڑی ملک" یا "وہ ملک جس میں بکثرت پہاڑ ہیں"

ملیبار کی اصلیت — یہ نام ان سیاحوں اور جہاز رانوں نے رکھا ہے جو عرب و ایران سے براہ خلیج فارس اس ملک میں آیا کرتے تھے۔ ان لوگوں نے اس ملک کے علاوہ بعض دوسرے ممالک کے نام بھی ایسے ہی رکھے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک نام زنجبار ہے جس کے معنی ہیں "زنگیوں کا ملک"۔ علی ہذا القیاس ہندوبار اور زنگوبار بھی اسی نوعیت کے نام ہیں۔

فارسی کا "بار" اور سنسکرت کا "واڑ" دونوں متحد المعنی الفاظ ہیں اس لیے بعض محققین نے قیاس کیا ہے کہ "ملی" پر سنسکرت کے لفظ "واڑ" کا اضافہ کرنے سے ملیواڑ بنا ہے جیسے مارواڑ، کاٹھیاواڑ، دہارواڑ وغیرہ۔ زمانۂ مابعد میں اسلامی اثرات کے باعث اس کا "و" "ب" سے تبدیل ہو کر ملیبار بن گیا۔

---

[1] Inscriptions of the Madras presidency Ch.

الغرض اس ملک کے لئے مقامی اور بیرونی زبانوں میں جو نام بولے جاتے ہیں مثلاً کیرالا، کیرل، چیر، چیرلم، ملیالم، ملی، ملیبار۔ یہ سب متحد المعنی ہیں اور ان سب کا مفہوم ہے "کوہستانی ملک"۔

رومیوں کے کلاسکل لٹریچر میں ملیبار کا ذکر ملی کے نام سے آیا ہے۔ چنانچہ کاسماس Kosmas نے بحری شہروں کی نسبت ۵۴۵ء میں جو کتاب Christian Topography لکھی ہے اس میں اس کا نام "ملی" Male درج کیا ہے۔[1] پتہ لگتا ہے کہ تیسری صدی تک عرب جغرافیہ نویس بھی اس ملک کا ذکر اسی نام سے کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ابن خرداذبہ (۲۶۶ھ / ۸۷۹ء) نے ہندوستان کے ساحلی مقامات کی مسافتوں کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے "سراندیپ سے ملی تک پانچ دن کا راستہ ہے، یہاں فلفل اور بانس پیدا ہوتے ہیں" ومن سرندیب الی ملی مسیرۃ خمسۃ ایام وبھا الفلفل والقنا۔[2]

ملیبار کا لفظ پانچویں صدی ہجری کے بعد وجود میں آیا ہے اور عرب کے جغرافیہ نویسوں میں سب سے پہلے شریف ادریسی (۵۴۸ھ / ۱۱۵۳ء) نے اپنے جغرافیہ میں اس نام کو استعمال کیا ہے۔ اس کے بعد یاقوت حموی (۶۲۶ھ / ۱۲۲۸ء) اور ابو الفداء کی تصنیفات میں اس لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ ملیبار کو وہ مشہور و متداول نام ہے۔[3]

---

[1] M'crindle's Ancient India. pp. 160.

[2] کتاب المسالک والممالک ابن خرداذبہ ص ۶۲

[3] Elliot's History of India Vol. I. pp. 90.

[4] معجم البلدان ج ۴ ص ۶۳۹ ۔ تقویم البلدان ص ۳۵۴

ایران کی فارسی تصنیفات میں یہ نام پہلے پہل وزیر رشید الدین فضل اللہ ہمدانی (۷۱۰ھ / ۱۳۱۰ء) کی جامع التواریخ میں نظر آتا ہے۔[1] فخر الدین بناکتی اور عبداللہ وصاف کی تاریخوں میں بھی جو جامع التواریخ کے کچھ ہی عرصہ بعد لکھی گئی ہیں یہ نام موجود ہے۔

ہندوستان کے مسلمان مصنفین میں غالباً سب سے پہلے مصنف امیر خسرو دہلوی (۷۲۵ھ / ۱۳۲۴ء) ہیں جنھوں نے اس علاقہ کا ذکر ملیبار کے نام سے کیا ہے۔

چنانچہ ان کی منظومات میں ایک جگہ یہ نام اس طرح وارد ہوا ہے۔[2]

بہ بے نیازی او کعبہ خستہ و خوارست

بیا و بین کہ خدا بخش چون ملیبارست

بلاد الفلفل — عربوں کے یہاں اس ملک کا ملیبار کے علاوہ ایک اور بھی نام مشہور ہے یعنی "بلاد الفلفل" اور یہ نام انھوں نے اس لئے دے رکھا تھا کہ فلفل (سیاہ مرچ) یہاں کی مخصوص پیداوار ہے اور یہیں سے اطراف عالم میں جایا کرتی ہے۔[3]

چھٹی صدی میں عربوں کی واقفیت ملیبار کی نسبت — چھٹی صدی تک عرب جغرافیہ نویس ملیبار کے حالات سے بہت کم واقف تھے یہاں تک کہ اس کے موقع و محل سے بھی انھیں کافی واقفیت نہ تھی۔ صرف اس قدر جانتے تھے کہ وہ ہندوستان کی ایک اقلیم ہے جس میں بہت سے شہر فاکنور، منجرور وغیرہ واقع ہیں اور یہاں سے فلفل تمام دنیا میں جاتا ہے۔[4]

---

[1] Elliot's Historians of Muhamadan India, Persian Text pp. 10.

[2] فرہنگ جہانگیری ج ۲ - ص ۶۶

[3] عجائب الہند ص ۹۲ - تقویم البلدان - ص ۳۵۵

[4] معجم البلدان ج ۴ - ص ۶۳۹

اس زمانے کے بعد اسلامی تصنیفات میں ملیبار کا ذکر صحت کے ساتھ ملتا ہے۔ زکریا قزوینی، رشید الدین ہمدانی، فخر الدین بناکتی، مورخ ابو الفدا، بالخصوص ابن بطوطہ نے یہاں کے حالات صراحت کے ساتھ بیان کیے ہیں اور خاص کر مسلمانوں کے کوائف کو عمدگی کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

ملیبار کے حدود اور مسافت کی نسبت (ان کی) سیاحوں کا بیان

رشید الدین کا بیان ہے کہ ملیبار، گوا سے شروع ہو کر کولم پہ ختم ہوتا ہے۔ اس کی مسافت تین سو فرسخ ہے۔[1] ابو الفدا اور ابن بطوطہ نے بھی ملیبار کے یہ ہی حدود بتائے ہیں۔[2] ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ گوا سے کولم تک دو مہینے کی مسافت ہے۔[3]

مارکو پولو Marco Polo (۶۹۲ھ / ۱۲۹۳ء) نے لکھا ہے کہ مالا بار ہیلی سے شروع ہو کر گجرات تک چلا گیا ہے۔[4] پرتگیز سیاحوں اور خصوصاً تھیونو Thevenot (۱۰۷۷ھ / ۱۶۶۶ء) نے لکھا ہے کہ کنانور سے راس کماری تک جو ملک واقع ہے وہ مالا بار کہلاتا ہے۔[5]

ملیبار کے ایک طرف جانب مغرب ساحل بحر اور دوسری طرف جانب مشرق مغربی گھاٹ کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ اور دونوں کے وسط میں ملیبار کا علاقہ واقع ہے۔

مغربی گھاٹ

مغربی گھاٹ کوہستان کا ایک عظیم الشان سلسلہ ہے۔ دریائے تاپتی کی وادی سے شروع ہو کر راس کماری تک کم و بیش ایک ہزار میل چلا گیا ہے۔ ملیبار میں اس سلسلۂ کوہ کی بلندی تین ہزار سے آٹھ ہزار فیٹ تک پہنچ جاتی ہے اور شمال میں ساحل بحر اس سے

۱؎ Elliot's Historians of Muhammadan India. Persian Text. pp. 10.

۲؎ تقویم البلدان طبع یورپ - ص ۳۵۶

۳؎ سفرنامہ ابن بطوطہ (اردو ایڈیشن) ج ۲ - ص ۲۱۰

۴؎ Yule's Marco Polo. Vol II. pp. 389

۵؎ سفرنامہ تھیونو (اردو ترجمہ) ص ۶۲

بیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس کے بعد جانب جنوب اس کی مسافت بتدریج بڑھتی گئی ہے
پال گھاٹ
یہاں تک کہ پال گھاٹ کے قریب اس کا بُعد ساحل بحر سے ساٹھ میل ہو گیا ہے۔ اور اس طویل
سلسلے میں صرف اس جگہ ایک فصل پیدا ہو گیا ہے جس کی مسافت ۱۶ میل ہے اور اسی درہ سے
اندرون ملک سے داخل ہو کر مغربی ساحل پر نکلتی ہے۔ یہ درہ ملیبار کے عین وسط میں واقع ہوا ہے
دوی وٹن مالا
اور اسی کے قریب اس گھاٹ کی ایک بلند ترین چوٹی واقع ہے جس کا نام دوی وٹن مالا یا
کوہان شتر ہے۔ اس کی بلندی کم و بیش سات ہزار چھ سو فیٹ ہے۔ اس کے بعد جانب جنوب جو
آنے ملیر
کوہستان کا جو سلسلہ چلا گیا ہے اس کا نام آنے ملیر یا جبل الفیل ہے اور اسی پہاڑی سلسلہ کی
کوڈے نال
ایک چوٹی پر کوڈے نال کا گرمائی مقام واقع ہے۔ جس کی صحت بخش آب و ہوا نیلگری سے بہتر
سمجھی جاتی ہے۔

ملیبار کے نباتات
ملیبار نہایت زرخیز، سرسبز اور شاداب ملک ہے۔ یہاں کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں
اور ان کی وادیوں میں انواع و اقسام کے قیمتی نباتات پیدا ہوتے ہیں اور ان میں اکثر ایسی
ہیں جن کی پیدائش اس ملک سے مخصوص ہے۔ مثلاً سیاہ مرچ، الائچی، جوز، جاوتری، لونگ، ادرک
اور ان کے علاوہ پان، دارچینی، ناریل، چھالیہ، قہوہ، نیل اور سماکا بھی یہاں پیدا ہوتا
ہے۔ کالی مرچ اور پان کے درخت یہاں خود رو اگتے ہیں۔ اسی وجہ سے اسلامی سیاحوں نے
اس علاقہ کا نام بلاد فلفل اور معدن تنبول رکھا ہے۔[1]

ملیبار کے نباتات پر اہل یورپ کی قدیم ترین تصنیف
یہاں کے جنگلوں میں قیمتی چوبینہ کثرت سے پایا جاتا ہے۔ بالخصوص بانس اور ساگوان
کی نہایت افراط ہے۔ وان ریڈ Van Rheede نے جو اس ملک کے ایک حصے پر ڈچوں
کی طرف سے گورنر ہو کر آیا تھا یہاں کی نباتات پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام

[1] عجائب الہند۔ ص ۹۴ ۔ ابو الفدا۔ ص ۳۵۵

Elliot's Historians of Muhammadan. India Persian ...
Text pp. 10

ہورٹوس مالابارِیکس Hortus Malabaricus ہے۔ اس میں ۹۴ قسم کی[1]
اُن مختلف نباتات کا ذکر ہے جو ملیبار اور جنوبی ہندوستان میں پیدا ہوتی ہیں اور یہ سب
پہلی کتاب ہے جو اس ملک کی نباتات پر یورپ میں لکھی گئی ہے

ملیبار کے کوائف ارضی — اس ملک کے کوائف ارضی مختلف نوعیت پر واقع ہوئی ہیں۔ اس لئے اس ملک کے
ابوا کئی حصّہ ہوگئے ہیں اور قدیم ہندوؤں نے ان حصّوں کو ان کی کوائف ارضی کے لحاظ
..... موسوم کیا ہے۔ شمالی علاقہ ریتیلا ہے۔ اس لئے قدمائے ہنود اسے پولی کہا کرتے تھے۔ — پولی
کدم — اس کے جنوب میں دریائے پریار تک جو علاقہ ہے وہ کدم کہلاتا ہے جس کے معنی ہیں "پھیلاو
کرکا — کی سرزمین"۔ اور ان دونوں کے مشرق کی زمین کرکا کے نام سے موسوم تھی جس کے
معنی ہیں "پہاڑیوں کی زمین"۔

مردم شماری — سررشتہ مردم شماری نے ملیبار کی آبادی کے جو اعداد و شمار شائع کئے۔ ان سے
معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کی آبادی ہندوستان میں بمقابلہ دیگر علاقوں کے زیادہ گنجان ہے اور
[illegible] روز بروز ترقی ہورہی ہے۔

۱۸۷۱ء / ۱۲۸۸ھ	۲۲۶۱،۲۵۰
۱۸۸۱ء / ۱۲۹۹ھ	۲۰۳۶۵،۰۳۶
۱۸۹۱ء / ۱۳۰۹ھ	۲۰۶۵۲،۵۶۵
۱۹۰۱ء / ۱۳۱۹ھ	۲،۸۵۵،۵۵۵

ان میں فی صدی ۶۸ ہندو ۳۰ مسلمان اور دو نصرانی ہیں

---

[1] [illegible] ۱۲ [illegible] اہتمام [illegible] طبع ہوئی [illegible]

(۲)

ملیبار کی قدیم تاریخ

ہندوستان کے جنوبی خطہ میں جناب مسیح کی ولادت[1] سے مدت پہلے تین سلطنتیں قائم تھیں پانڈیا، چولا، چیرا۔ پانڈیا کی حکومت انتہائے جنوب میں واقع تھی۔ اس کے مشرق میں دریائے کے دریا سے پنار تک ساحل معبر پر چولا خاندان حکمران تھا۔ چیرا خاندان والے کوکن سے کے جنوب میں راس کماری تک ساحل ملیبار پر برسر حکومت تھے۔ یہ تینوں سلطنتیں مسلمانوں کی فتوحات تک قائم تھیں اور جنوب کا قدیم تمدن انہیں سلطنتوں کے سایۂ عاطفت میں نشو و نما پایا تھا

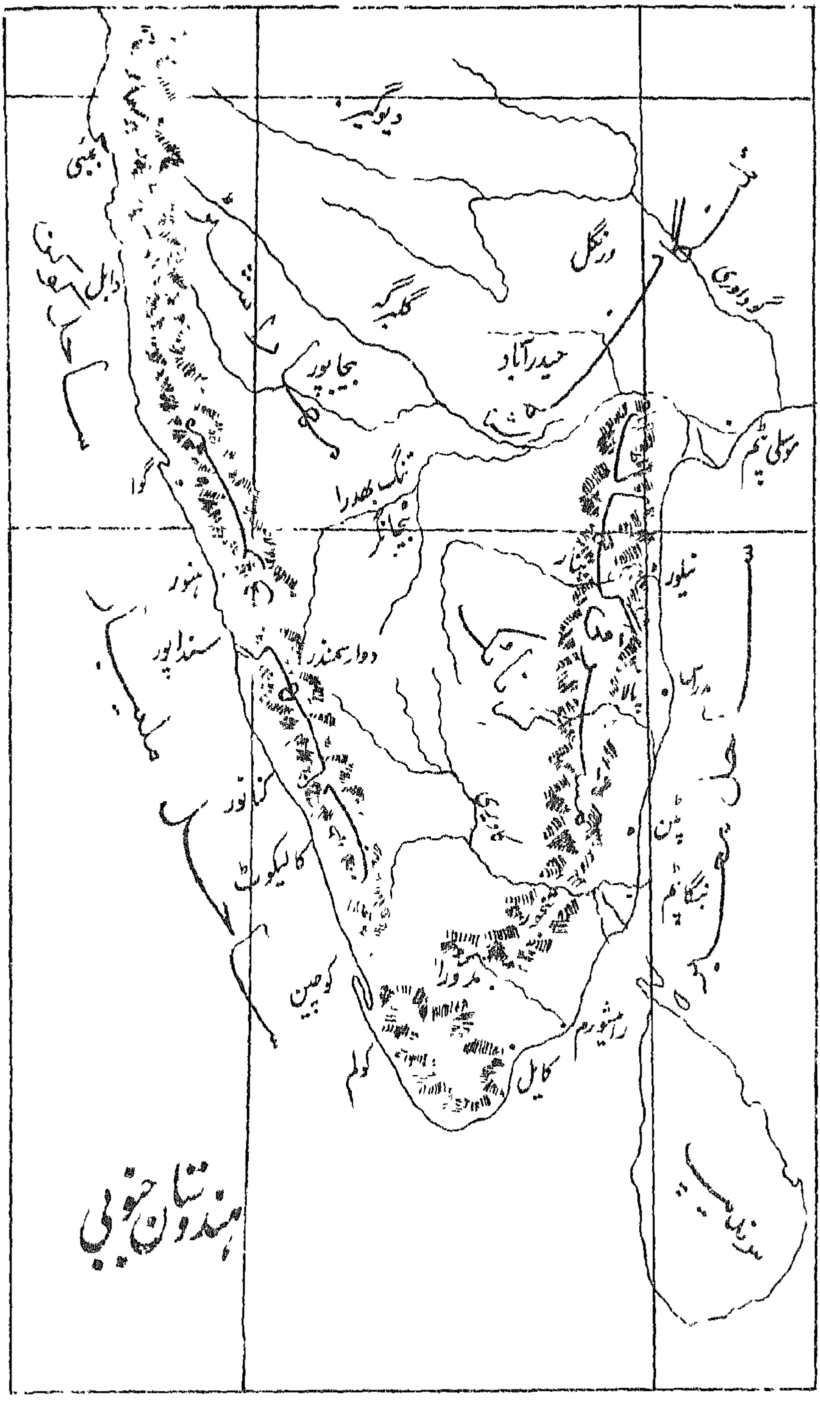
چیرا خاندان کا ذکر اشوک کے کتبوں میں چیرل پتر (Chaeralam Putra) کے نام سے آیا ہے اور اس سے اس خاندان کی تاریخی قدامت کا اظہار ہوتا ہے[2]۔ ان کا قدیم دار السلطنت وَنچی یا کرور تھا جس کے کھنڈر دریائے پریار کے کنارے کوچین سے جانب شمال مشرق اٹھائیس میل کے فاصلہ پر اب بھی موجود ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے ترونچی کلم کو دار السلطنت بنایا۔ یہ شہر دریائے پیریار کے دہانہ پر آباد تھا۔

چیرا خاندان کی تاریخ ابھی تک تاریکی میں ہے۔ سندرم پلے اور پروفیسر کیلہارن

---

[1] Caldwell's Grammar. pp. 22.

[2] Indian Antiquary. Vol. XVIII, pp.259. Vol. XXXI. pp. 343. Epigraphia India Vol. IV. pp. 294.


دیوگیر
ورنگل
گوداوری
گلبرگه
حیدرآباد
بیجاپور
بمبئی
دابل
گوا
مولی پتم
تنگ بهدرا
نیلور
هنور
دوار سمندر
سندا پور
مدراس
کنانور
کالیکوت
پتن
نگاپتم
کوچین
مدورا
رامیشورم
کایل
کولم
هندوستان جنوبی

Kielhorn نے اس خاندان کے دو سو سے زیادہ کتبے فراہم کئے ہیں اور ان کی مدد سے بارہویں صدی عیسوی تک اس علاقہ کا تاریخی مواد حاصل کیا ہے لیکن اس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے اور نہ اس خاندان کی سلسلہ وار فہرست معلوم ہو سکتی ہے[1]

چیرا خاندان کا آخیر راجہ چیرومن پیرومال

پروفیسر گپتا چارن کی تحقیقات کے موافق اس خاندان کا آخیر راجہ چیرومن پیرومال Cheroman Perumal ہے اس نے قبول اسلام کے بعد عرب جانے کا ارادہ کیا تو حکومت سے دست کش ہو کر مملکت کو اپنے سرداروں میں تقسیم کر دیا۔ ان جدید حکمرانوں میں کالی کٹ کے سامری نے بعد میں بڑی خوب شہرت اور ناموری حاصل کر لی تھی۔ ایک قدیم

سامری خاندان کا آغاز

مقامی روایت کے موافق سامری خاندان کا آغاز اس طرح پر ہوا ہے کہ چیرومن پیرومال نے جب اپنی سلطنت تمام سرداروں میں تقسیم کر دی تو اس کے بعد ایک سردار حاضر ہو کر اپنے لئے راجہ سے کچھ کا طالب ہوا اس وقت راجہ کے پاس تلوار کے سوا کوئی اور چیز موجود نہ تھی [illegible] راجہ نے تلوار سردار کے حوالہ کر دی

کالی کوٹ کی وجہ تسمیہ

اور کہا کہ جہاں تک جا سکے اس قدر علاقے پر اس تلوار کے زور سے قبضہ کر لے [illegible] اس سردار نے جس تھوڑے سے علاقہ پر قبضہ کر لیا اس کا نام کالی کوٹ پڑ گیا جس کے معنی ہیں "[illegible] کی حکومت"

لفظ سامری کی تحقیق

[illegible] نے اس جدید خاندان کا لقب سامری بیان کیا ہے یہ لفظ ملیالم زبان کا ہے اور اس کی اصل چار طرح پر بیان کی گئی ہے سامودری، ساموتری، تاموری، تاموتری یہ سب لفظ سامونڈری کی مسخ شدہ صورتیں ہیں جس کے معنی ہیں ملک البحر یا سمندر کا بادشاہ[3]

---

[1] Epigraphia Indica Vol. VI Supplement O No 66 To 939

[2] تاریخ فرشتہ ج ۲ ص ۳۰۰

[3] Makcenzie Collection Vol. 1 pp XCVII.

چیرا خاندان کی حکومت چوں کہ ساحل سمندر پر واقع تھی، اس لئے انھوں نے بھی یہ لقب اختیار کیا تھا۔ کالی کوٹ کی حکومت بھی چوں کہ ساحل سمندر پر قائم ہوئی تھی، اس لئے یہاں کے راجاؤں نے بھی اپنے لئے سمدری یعنی سامری کا لقب اختیار کیا۔ لیکن یہ لقب اسلامی تاریخوں میں نویں صدی ہجری کے بعد مستعمل ہوا ہے اور سب سے پہلی کتاب جس میں یہ نام آیا ہے تحفۃ المجاہدین ہے۔ مورخ فرشتہ نے اپنی تاریخ میں اس لقب کو اسی کتاب سے نقل کیا ہے۔

زمورن

دسویں صدی ہجری سے پہلے جو شمالی سیاح اس ملک میں آتے تھے انھوں نے یہاں کے راجہ کا لقب زمورن لکھا ہے اور مشہور مورخ ابوالحسن مسعودی نے جس کا انتقال ۳۴۶ھ ۹۵۶ء میں ہوا ہے اس علاقہ کو زمورن کی عملداری کے نام سے موسوم کیا ہے[1]

زمورن کی اصلیت

مسلمانوں کی رہنمائی سے پرتگیزوں نے جب اس ملک میں قدم رکھا تو انھوں نے بھی یہاں کے راجہ کے لئے زمورن کا لقب استعمال کرنا شروع کیا جو کچھ عرصہ کے بعد تصرف پاکر زموران Zamorin ہو گیا اور یورپین لٹریچر میں اب تک یہی مستعمل ہے۔

(۳)

ملیبار سے اقوام عالم کے تعلقات

ازمنۂ قدیمہ میں ملیبار کے ساتھ اقوام عالم کے تعلقات

سکندر کبیر کے خروج سے صدیوں پہلے ملیبار میں عربوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی تھی۔ ملیبار کی پیداوار خلیج فارس کی راہ سے سب سے پہلے عرب کے جنوبی ساحل پر پہنچتی تھی۔ پھر یہاں سے عربوں کے کاروان یمن اور حجاز سے گزرتے ہوئے ان اجناس کو شام میں تدمور اور مصر میں اسکندریہ تک پہنچاتے تھے۔ یورپ کے تجار ان مقامات سے اس

[1] مروج الذہب - ج اول - ص ۳۸۲


یورپ
شمال
بحر اسود
قسطنطنیہ
ایشیائے کوچک
شام
ترکستان
ایران
ہندوستان
بحر فارس
عرب
حضرموت
عمان
یمن
سقوطرہ
سیلان

سامان کو حاصل کرکے اپنی تجارت گاہوں میں داخل کیا کرتے تھے۔ غرض کہ قدیم زمانہ میں ہندوستان اور یونان و روم کے مابین جو تجارت ہوا کرتی تھی اس کا توسط عرب اور ان کے بعد مصر و شام کے باشندے تھے۔

عرب میں ملیبار کی تجارت کا ذکر

عرب میں ملیبار کی تجارت کا مرکز مدینہ ظفار تھا جو حضرموت کے ساحل پر واقع ہے اور یہاں کے تجار ابتدا سے ملیبار سے تجارت کیا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ اس شہر میں اور اس کے اطراف میں ملیبار کے اکثر درخت اب بھی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ناریل، فوفل، تنبول وغیرہ۔[۵۱]

ملیبار سے قدیم ملوک بنی اسرائیل کے تجارتی تعلقات

عہد عتیق کے مقدس صحیفوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل نے بھی ملیبار سے تجارتی تعلقات پیدا کئے تھے۔ چنانچہ ملوک اور ایام کی کتابوں میں تحریر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے عہد حکومت میں دو ترسیسی جہاز، اوفیر اور ترسیس کو روانہ کیا کرتے تھے۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ وہاں سے سونا، چاندی، صندل کی لکڑی، ہاتھی دانت، مور اور بندر لائے۔

ترسیس کی مہم تین برس کے عرصہ میں واپس ہوا کرتی تھی۔ یہ طریقہ بنی اسرائیل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بھی یہوسفط کے زمانہ تک جاری تھا اور خود یہوسفط نے بھی ایک مہم دس جہازوں کی ترسیس اور اوفیر کی جانب روانہ کرنے کے لئے تیار کی تھی لیکن قبل اس کے کہ بندرگاہ سے روانہ ہوتی ایک طوفان کے باعث تباہ و برباد ہوگئی۔[۵۲]

بنی اسرائیل کا بندرگاہ بحر احمر میں

بنی اسرائیل کا بندرگاہ عصیون جبر تھا جو بحر احمر میں خلیج عقبہ کے بالائی حصے پر واقع ہے۔[۵۳] اسی جگہ ان کے جہاز بھی تیار ہوا کرتے تھے۔ اوفیر اور ترسیس کہاں واقع تھے۔ اس کی

---

۵۱ صناجۃ الطرب فی تقدمات العرب (اردو ترجمہ) ص ۱۹

۵۲ سفر الایام۔ کتاب ثانی۔ باب بستم آیت ۳۷۔ سفر الملوک کتاب اول باب ۲۲۔ آیت ۴۸

۵۳ سفر الملوک۔ کتاب اول۔ باب ۹۔ آیت ۲۶

نسبت مدت سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ پروفیسر لاسین Lassen اور جنرل کننگھام Cunningham کی رائے میں اوفیر سے ابیرا مراد ہے جس کا ذکر بطلیموس Ptolemy نے کیا ہے اور جو مہران (دریائے سندھ) کے ڈیلٹا میں آباد تھا لیکن یہ رائے تورات کے بالکل مخالف ہے۔ کیونکہ کتاب التکوین سے معلوم ہوتا ہے کہ اوفیر یقطان کے بیٹے کا نام تھا[1]۔ باپ بیٹا اور اس کے دوسرے بھائی یہ سب عرب کے جنوب مشرقی علاقے میں میسار سے سفار تک آباد ہوئے تھے۔ اس بنا پر ہم کو چاہیے کہ اوفیر کو جنوبی عرب میں تلاش کریں نہ کہ ہندوستان میں

عہد عتیق کے یونانی ترجمہ میں (جس کو جناب مسیح کی ولادت سے پہلے بہتر یہودی علما نے اسکندریہ میں ترجمہ کیا اور جو سپٹواجنٹ Septuagint کہلاتا ہے) یہ نام بجز کتاب التکوین کے جہاں کہیں بھی آیا ہے وہاں اس کا تلفظ سوفیر (Σουφιρ) اور سوفیرا (Σουφιρα) تحریر ہے۔ اس بنا پر یہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ حضرموت کا مشہور شہر ظفار یا یمن کا قدیم دار الحکومت سفالہ اس سے مراد ہے۔

ملیبار کے اجناس جن کو حضرت سلیمانؑ منگوایا کرتے تھے

ترسیس کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ یہ شہر ایشیائے کوچک کے علاقے قلیقیہ (Cilicia) میں واقع تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے اس کی جانب جو مہمیں روانہ کی ہیں وہ خلیج عقبہ اور بحر احمر سے گزرتی ہیں تو موجودہ رائے کے خلاف اس کے موقع و محل کی نسبت ایک جدید رائے قائم کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

ترسیس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے یہاں جو سامان آیا ہے ان میں صندل، مور اور بعض ایسے اشیا ہیں[2] جن کی پیدائش ہندوستان سے مخصوص ہے اور ان کے

صندل

عبرانی میں جو نام استعمال ہوئے ہیں ان کا ماخذ دراوڑی الفاظ ہیں۔ اصل عبرانی

---

[1] سفر التکوین۔ باب ۱۰ آیت ۲۹

[2] سفر الملوک کتاب اول باب ۱۰۔ آیت ۱۱ و ۱۲ سفر الایام کتاب دوم باب ۹ آیت ۱۰ و ۱۱۔

مور

صحائف میں صندل کے لئے الگوم (...) اور مور کے لئے توکی (...) کے الفاظ مذکور ہیں۔ جو ملیالم کے الگو Algu اور تامل کے توکی Tuki یا توگی Tugi سے یا کسی توسط سے عبرانی میں داخل ہوگئے ہیں اور ان سے اس بات کا قطعی ثبوت ملتا ہے کہ بنی اسرائیل نے ان چیزوں کو ساحل ملیبار سے راست حاصل کیا تھا اور ترشیش بھی اسی ملک میں واقع تھا جو اب ناپید ہو کر فراموش ہو گیا ہے۔

چاول

تامل زبان میں چاول کو اریسی Arisi کہتے ہیں۔ یہ لفظ کسی قدر تصرف کے بعد عربی اور عبرانی زبانوں میں ارز اور یونانی زبان اروزا (Oryza) ہو گیا ہے۔ ثابت ہے کہ مسیح سے چار پانچ سو سال پہلے [illegible] ملیبار سے بکثرت چاول آیا کرتے تھے اور [illegible] Sophocles کے زمانہ میں اہل یونان اس کو بہترین غذا سمجھ کر استعمال کیا کرتے تھے اور یہ سب باتیں اس امر کی بین دلیل ہیں کہ اہل عرب، بنی اسرائیل اور اہل یونان چاول کو ملیبار سے حاصل کیا کرتے تھے۔

ملیبار سے رومیوں کے تجارتی تعلقات

اہل [illegible] اس کی تجارت کیا کرتے تھے۔ ان کی نسبت اہل یونان و روم کو معلوم تھا کہ وہ ہندوستان کی پیداوار ہیں لیکن انہیں اس امر سے واقفیت نہ تھی کہ ہندوستان کا [illegible] کس راہ سے ہوا کرتی ہے۔ قیصر آگسٹس Augustus نے مسیح سے [illegible] سال پہلے مصر کو فتح کر لیا تو اس کے باعث بحر احمر پر رومیوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس واقعہ کے تھوڑی مدت بعد قیصر کلادیوس Claudius کے زمانہ میں

ساحل ملیبار پر رومیوں کے [illegible]

رومیوں کا ایک جہاز بحر احمر سے نکلا اور باد مخالف کی زد میں آکر ہندوستان کے جنوبی ساحل تک پہنچ گیا۔ اس وقت رومیوں کو معلوم ہوا کہ ساحل عرب کے کنارے [illegible] ہندوستان کو جانے [illegible] مانسون [illegible] آمد و رفت

مصر سے ملیبار [illegible]

[illegible] مصر کے رومی تجار نے ساحل ہند پر آنا جانا شروع کیا۔ ملیبار کا علاقہ ان کی تجارت کا مرکز قرار پایا۔ پلینی Pliny نے بیان کیا ہے کہ اس وقت جو جہاز

مصر سے نکلتے وہ ساحل ملیبار تک دو مہینے دس یوم میں پہنچ جاتے تھے۔ مزرس

ملیبار میں رومیوں کے تجارتی مرکز

Muziris اور پوہار Phohar اس زمانہ میں ملیبار کے بارونق بندرگاہ تھے یہاں سے رومی جہازوں پر ہندوستان کی اجناس لادی جاتی تھیں۔ پہلی اور دوسری مسیحی صدیوں میں رومی باشندوں کی بہت بڑی تعداد ان بندرگاہوں میں آکر آباد ہوگئی

ملیبار میں رومیوں کی نوآبادی

تھی اور مزرس میں ان لوگوں نے قیصر آگسٹس Augustus کے نام سے ایک عالی شان معبد بھی تعمیر کیا تھا۔ ٹامل کے ادب قدیم میں ان نووارد رومیوں کو یون کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ چیرا راجاؤں کی محافظ فوج کے جو سپاہی ٹامل منظومات میں زبردست یون اور گونگے ملیچھوں کے نام سے موسوم ہیں۔ ان سے یہی نووارد مراد ہیں جو روم سے آکر یہاں کی فوج میں ملازم ہو گئے تھے۔

ملیبار کے حاصلات جو روم کو جایا کرتے تھے

اس زمانہ میں ملیبار سے روم کو زیادہ تر تین چیزیں جایا کرتی تھیں۔ مرچ، موتی، پنّا۔ مرچ کی پیدائش ملیبار سے مخصوص ہے۔ موتی جنوب کے سمندروں میں اب بھی بکثرت نکلتے ہیں۔ پنّا زمرد سے ملتا جلتا ایک قیمتی پتھر ہے۔ رومیوں کے یہاں نہایت قدر و قیمت سے فروخت ہوتا تھا۔ اس کو رومی تجار دو کانوں سے حاصل کیا کرتے تھے۔ ایک کان علاقہ میسور میں کنتور کے قریب دریائے کیلنی کے کنارے واقع تھی۔ دوسری کان پدیور میں تھی جو ضلع کوئم ٹور میں جانب جنوب مشرق چالیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

قدمائے یورپ میں مرچ کی قدر و قیمت

قدیم زمانہ میں مرچ کو اہل یورپ بڑی بڑی قیمتیں دے کر خرید کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اس کی قدر و قیمت سونے سے بھی زیادہ سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ قوم گاتھ کے بادشاہ الرک Alaric نے جب رومیوں کو شکست دے کر ان سے تاوان جنگ کا مطالبہ کیا تو اس میں تین سو پونڈ مرچیں بھی شامل کیں

رومی مصنفین پلینی اور بطلیموس ملیبار کے بندرگاہوں اور تجارت کی منڈیوں سے خوب واقف تھے۔ اسی زمانہ میں سنہ ۸۰ء کے قریب ایک رومی تاجر نے ملیبار کا سفر کیا تھا اس نے اپنا سفرنامہ بھی لکھا ہے جس کا نام "بحر ایرتھریا کا پیری پلس" ہے۔ اس میں ساحل ملیبار اور یہاں کی رومی تجارت کے متعلق بعض کارآمد اطلاعات مذکور ہیں۔

رومیوں کی تجارت کا انحطاط

رومیوں نے ملیبار اور جنوبی ہندوستان سے جو تجارتی تعلقات قائم کئے تھے وہ جناب مسیح کی ولادت کے بعد کم و بیش ڈھائی سو سال تک خوب ترقی پر تھے۔ مصر کے بطلیموسی بادشاہوں کی سعی و کوشش سے ان تعلقات کو خوب ترقی ہو گئی تھی اور اس تجارت کا مرکز مصر میں اسکندریہ بنا ہوا تھا۔ سنہ ۲۱۵ء میں کرکالا Caracalla نے اسکندریہ میں قتل عام کر دیا جس کے باعث شہر تباہ ہو گیا اور رومیوں کی تجارت کا جو سلسلہ اہل اسکندریہ کی وساطت سے جنوبی ہندوستان کے ساتھ قائم تھا وہ تباہ ہو کر کچھ عرصہ کے بعد بالکل مسدود ہو گیا[۱] اور یہ تجارت سابق پھر عربوں کے قبضہ میں آگئی اور اس زمانہ سے پرتگیزوں کے ہندوستان میں آنے تک بے خوف و خطر اہل عرب اس تجارت کے مالک بنے رہے۔

عربوں کے تجارتی تعلقات ملیبار کے ساتھ

عربوں کی آمد و رفت کا زمانہ

عربوں کے جہاز جولائی اور اگست میں جب کہ ہوا کا رخ مشرق کی جانب ہوتا تھا ساحل ملیبار کی جانب روانہ ہوتے تھے اور یہاں تین چار مہینے تک کاروبار انجام دینے کے بعد دسمبر یا جنوری میں وطن کو واپس چلے جاتے تھے۔ اس زمانہ میں یہ مسافت تیس سے چالیس دن تک طے ہوا کرتی تھی[۲]۔

۱؎ J. R. A. S Oct. 1907, pp. 954-5.

۲؎ Early History of India pp. 697.

(۴)

ساحل ملیبار پر مقدس تھوما کا ورود

مقدس تھوما کا ملیبار میں آنا

قدمائے نصاریٰ کی مذہبی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اشاعت دین کی غرض سے مقدس تھوما St. Thoms نے ہندوستان کا سفر کیا تھا[1]۔ کہا جاتا ہے کہ مقدس تھوما ابتداءً جزیرہ سقوطرہ میں آیا۔ وہاں دینی خدمات انجام دینے کے بعد ۵۲ء کے قریب ہندوستان کی جانب روانہ ہوا۔ ملیبار کے ساحل پر بمقام کرنگانور (جس کو پلینی نے مزرس لکھا ہے) جہاز سے اترا اور عرصہ دراز تک اس ملک میں اشاعت مذہب

مقدس تھوما کا ملیبار میں آٹھ کلیسا تعمیر کرنا

کرتا رہا۔ اور جب جماعت کثیر نے مذہب مسیحی کو قبول کرلیا تو اُن کے لئے مختلف مقامات پر آٹھ کلیسا تعمیر کئے۔ مقامات کے نام یہ ہیں:

۱۔ کرنگانور Cranganore

۲۔ کولم Quilon

۳۔ پالور Palur

۴۔ پارور Parur

۵۔ پلیپورم Pallipuram

۶۔ کوکامنگلم Kokamungalum

---

[1] ہندوستان میں سینٹ تھامس کی آمد کے متعلق مسیحی مذہب کے ابتدائی ادبیات میں جس قدر روایات ہیں ان



سریانی عیسائیوں کا پہلوی کتبہ

۷۔ [illegible] انم

۸۔ [illegible]

یہ سب [illegible] مقامات گنگا نور سے راس کماری تک مالابار کے ساحلی علاقے میں واقع تھے

مقدس [illegible] نے تمام باشندوں سے انتخاب کر کے دو خاندانوں کو مذہبی پیشوا بنایا اور

انھیں [illegible] کلیسا کی نگہداشت [illegible] کی یہ مذہبی پیشوا [illegible] اور [illegible]

کے خاندان [illegible] رکھتے تھے۔ آخر الذکر خاندان اٹھارویں صدی تک باقی تھا اور اس

پرتگیزوں [illegible] میں آرچ ڈیکن اور ولندیزیوں کے زمانے میں کلیسا کے لئے اسقف

مہیا کئے [illegible]

مقدس تھوما کا مدراس آنا — مقدس تھوما نے جب مالابار میں اشاعت دین کے فرائض پورے کر دیئے تو مشرقی

ساحل کی جانب روانہ ہوا جو [illegible] کے نام سے مشہور ہے اور یہاں آکر ایک پہاڑی پر

مقدس تھوما کی شہادت کا [illegible] اور مقبرہ — آپ [illegible] کے قریب [illegible] میں بعض برہمنوں نے [illegible] شہید کر دیا۔ یہ

پہاڑی [illegible] کے کنارے واقع ہے [illegible] مقدس تھوما کا

پہاڑ [illegible] (Thomas [illegible]) اور تامل مصنف فرنگی کنڈ کہتے ہیں مقدس

مانی [illegible] مذہب کی [illegible] — [illegible] (San Thome) کہلاتا ہے۔ پہلا یورپین [illegible]

اور [illegible] نام پڑا ہوا ہے

[illegible] تیسری صدی کے آخر ایام میں مشہور مذہب کا ایک پیشوا

مانی [illegible] اس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ۲۷۰ء میں ساحل مالابار پر وارد ہوا

اور یہاں [illegible] کو [illegible] کے ذریعہ سے مغلوب کر کے [illegible] بنالیا

[illegible] مالابار میں اب تک موجود اور منگرامکر کے نام سے موسوم ہیں

Indian Christians of St. Thomas [illegible]

Tamilian Antiquary, Vol. I. No. IV, pp. 53 [illegible] 73-[illegible]

یہ امر اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ ساحل ملیبار پر مسیحی مذہب حقیقت میں غیر معمولی قدامت رکھتا ہے اور اس سے نہ صرف اُن بیانات کی تردید ہو جاتی ہے جس میں تسلیم کیا گیا ہے کہ تیسری صدی کے اخیر میں عیسائی مذہب نے یہاں رواج پایا بلکہ اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ اس ملک میں مقدس تھوما ضرور وارد ہوا تھا۔

ساحل ملیبار پر نسطوری عیسائیوں کا آنا

ظہور اسلام سے پہلے جو عیسائی ملوک ساسانیہ کے زیر حمایت آباد تھے انھوں نے نسطوریس Nestoris کے عقاید کو اختیار کر لیا تھا اور ان کا مرکز نصیبین تھا جس کے آثار عراق عرب میں موصل کے قریب اب بھی موجود ہیں۔ عراق کے باشندے خلیج فارس کی راہ سے ہمیشہ سواحل ہند پر آیا جایا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ نسطوری واعظین نے بھی ملیبار اور مبر میں آنا شروع کر دیا تھا اور ان بلاد میں اپنا کلیسا بھی قائم کر لیا تھا۔ جس کی قدامت کو ظاہر کرنے کے لئے ان کا کندہ کیا ہوا ایک کتبہ اس وقت بھی موجود ہے۔ سینٹ تھامس کے پہاڑ St. Thomas Mount پر رومن کیتھولک عیسائیوں کا ایک قدیم چرچ ہے جو شہنشاہ اکبر کی تخت نشینی سے نو سال پہلے سنہ ۹۵۴ھ / ۱۵۴۷ء میں تعمیر ہوا ہے دوران تعمیر میں یہ کتبہ کسی اور مقام سے لا کر اس میں نصب کر دیا گیا ہے۔ اس کی شکل صلیب کی ہے اور اس کے اطراف پہلوی خط میں عبارت کندہ ہے۔ یہ خط اسلام سے پہلے ساسانیوں کے عہد میں ایران میں رائج تھا۔ ماہرین عتیقیات کی رائے ہے کہ ہجرت کی دوسری صدی میں سنہ ۸۰۰ء کے قریب اس کی کتابت ہوئی ہے[۱]۔

عرب کے یہودیوں کا ملیبار میں آنا

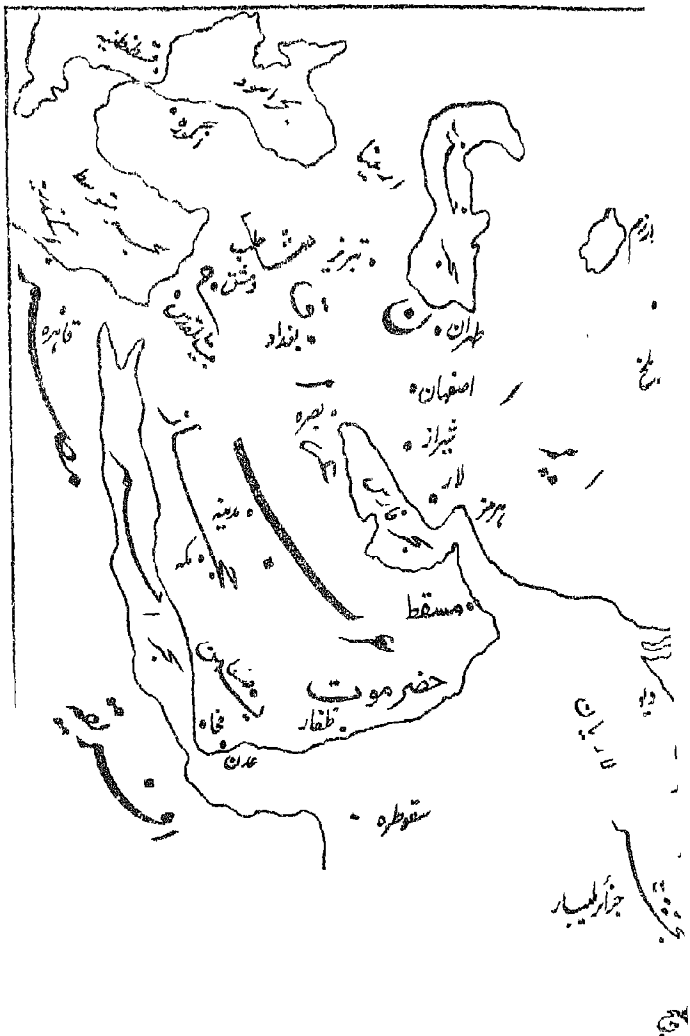
چوتھی صدی عیسوی تک یہودی اور عیسائی دونوں مذہب یمن اور حضرموت میں پھیل گئے تھے۔ اخیر زمانہ کے حمیری بادشاہوں نے یہودیت کو قبول کر لیا تھا اور ان کے

---

[۱] ڈاکٹر برنل نے اس کتبہ کی نسبت ایک رسالہ لکھا ہے جو ۱۸۷۳ء میں منگلور میں چھپا ہے۔

Phalavi Inscription in South India by A. C. Burnell.

عرب کے
ساحلی باشندوں
کا اسلام
قبول کرنا



تبریز
دمشق
حلب
بغداد
طهران
اصفهان
بصره
شیراز
لار
هرمز
قاهره
مدینه
مکه
مسقط
حضرموت
ظفار
عدن
سقوطره

علاقوں میں جو باشندے عیسائی تھے اُن کو جبر کے ساتھ یہودی بنا لیا کرتے تھے۔ ظہور اسلام سے تھوڑی مدت پہلے حبش کے نصرانیوں نے جن کا ذکر قرآن مجید میں اصحاب الفیل کے نام سے آیا ہے یمن پر قبضہ کرلیا۔ اس وقت یہودیت اور نصرانیت دونوں میں سخت تصادم ہوا۔ اسی زمانہ میں دونوں نے ایک مجلس مناظرہ منعقد کی۔ عیسائیوں کی طرف سے ظفار کا بشپ جریجنٹیس Gregentius اور حمیری یہودیوں کی جانب سے ہربانوس Herbanus میدان مناظرہ میں آئے۔ جب کوئی تصفیہ نہ ہوا تو مباہلہ قرار پایا۔ عیسائی [illegible] اس لئے انہیں کو فتح نصیب ہوئی اور انھوں نے یہودیوں پر طرح طرح کے ظلم و ستم شروع کئے۔ اس ہنگامہ میں بہت سے یہودی جو تجارت کی غرض سے ملیبار میں آیا جایا کرتے تھے اور اُن کے عزیز و اقارب ملیبار میں چلے آئے اور یہاں کے دو شہروں میں جن کے نام شالیات اور [illegible] میں سکونت پذیر ہو گئے۔ ابوالفدا کے زمانہ تک یہ بستیاں موجود تھیں اور ان میں بہت سے یہودی قبائل آباد تھے۔[2]

(۵)

ساحل ملیبار پر مسلمانوں کا توطن

عرب کے ساحل باشندوں کا اسلام قبول کرنا

جناب پیغمبر اسلام علیہ السلام نے جب مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو اس تاریخ سے اشاعت اسلام کا دور شروع ہوا۔ سات آٹھ سال کے اندر اندر عرب کے سینکڑوں قبائل حلقہ اسلام میں شامل ہو گئے۔ بڑے بڑے سرداروں نے اپنے وفود بھیج کر قبول اسلام کا اقرار کیا

۱؎ سیل کے ترجمہ قرآن مجید کا مقدمہ ص ۱۶۰

۲؎ تقویم البلدان ص ۳۵۵

یمن اور حضرموت کے ساحلی باشندے بھی ۹ھ (۶۳۰ء) اور ۱۰ھ (۶۳۱ء) میں مطیع اسلام ہو گئے[1]۔

تجارت اہل عرب کی وسعت

یہ سب تجارت پیشہ قبائل تھے۔ اس زمانہ میں ان کی بحری تجارت کمال عروج پر تھی اور ان کے جہاز فارس، مصر، سندھ، کلکم، ملیبار، معبر، سرندیپ، قاقلہ، زانج اور چین یا چینیا وغیرہ ممالک میں آیا جایا کرتے تھے۔ یہ لوگ تجارت کے لئے جن جن علاقوں میں پہونچے وہاں اسلام کی آواز کو بھی پہونچایا اور ان کے ذریعے سے خیر القرون ہی میں ظہور اسلام کی کیفیت ہند و سندھ سے گزر کر جزیرہ سرندیپ تک پہونچ گئی تھی اور مشہور خلیفہ عبدالملک بن مروان (۶۵ھ – ۸۶ھ / ۶۸۴ء – ۷۰۵ء) کے زمانہ تک ان مسلمان تاجروں کی ایک جماعت نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ سرندیپ میں آکر سکونت اختیار کر لی تھی۔

---

[1] یمن اور حضرموت کے جن قبائل نے ۱۰ھ (۶۳۱ء) تک اسلام قبول کیا ہے ان کی تفصیل ذیل میں درج ہے:

بنی حمیر: یہ یمن کا مشہور و معروف قبیلہ ہے۔ اس کے شہزادوں نے جو پہلے یہودی تھے اسلام قبول کیا تھا۔

بنی غامد - یمن کے باشندے تھے۔

بنی حارث - یمن کا نصرانی قبیلہ تھا۔ نجران میں اس کی حکومت تھی۔ اس کے دو سرداروں نے بھی اسلام قبول کیا تھا۔

بنی جعفی - یمن کے باشندے تھے - ابن سعد - ج ۱ - ص ۴۷

بنی خثعم - یہ قبیلہ بھی یمن میں رہتا تھا۔

بنی خولان - یہ قبیلہ ساحلِ یمن پر آباد تھا۔ ابن سعد - ص ۷۴

بنی مراد - یہ قبیلہ بھی ساحلِ یمن پر آباد تھا۔ ابن سعد - ص ۷۶

بنی صدف - ان کی رہائش اور حکومت حضرموت میں تھی۔

بنی تجیب - یمن کے باشندے تھے ابن سعد - ص ۷۳

جیفر بن جلندی عمان کا بادشاہ تھا۔ وایل بن حجر ساحل یمن کا۔

اشعث بن قیس حضرموت کا۔ ان تینوں سرداروں نے اپنے قبائل اور رعایا کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا۔
(ابن ہشام ص ۹۵۳ - ۹۶۱)

ایک عجمی جہاز راں بزرگ بن شہریار نے جو خلیج فارس کے شہر ہرموز کا باشندہ تھا چوتھی صدی میں سنہ ۳۴۲ھ / ۹۵۳ء سے پہلے ایک کتاب اپنے بحری سفروں کے حالات میں لکھی ہے جس کا نام "عجائب الہند" ہے۔ اس میں جزیرۂ سرندیپ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

اہل سرندیپ کا ظہور اسلام سے واقف ہونا اور دریافت احوال کے لئے عرب میں قاصد کو بھیجنا

سرندیپ اور اس کے اطراف میں وہاں کے لوگوں کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے ایک سمجھدار آدمی کو عرب کی جانب روانہ کیا۔ تاکہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے اور آپ کی دعوت کے حالات دریافت کرے۔

یہ آدمی عرب میں اس وقت پہونچا جب کہ حضرت عمر بن خطاب (۱۳ھ / ۶۳۴ء – ۲۳ھ / ۶۴۴ء) مسند خلافت پر متمکن تھے۔ آپ سے جناب رسالت مآب صلعم کے حالات دریافت کئے۔ اس کے بعد سرندیپ کی جانب واپس ہوا۔ لیکن راستہ میں بمقام مکران اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کے ساتھ ایک ہندوستانی غلام تھا وہ سرندیپ کو واپس آیا اور وہ تمام واقعات جو اس نے دیکھے اور سنے تھے بیان کئے۔ جناب پیغمبر علیہ السلام اور حضرت ابوبکر رضی کے حالات سے بھی واقف کرایا۔ حضرت عمر رضی کی ملاقات کا بھی ذکر کیا اور کہا کہ وہ نہایت متواضع بزرگ ہیں۔ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں اور مساجد میں سوتے ہیں[51]

سرندیپ میں مسلمانوں کا آباد ہونا

تیسری صدی کے مشہور مورخ احمد البلاذری (۲۷۹ھ / ۸۹۲ء) نے فتوحات سندھ کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جزیرۂ سرندیپ میں عرب کے بحری تجار کی ہمیشہ آمد و رفت رہا کرتی تھی اور مسلمان تاجر اپنے اہل و عیال کے ساتھ وہاں جاکر سکونت پذیر ہو گئے تھے ان نوواردوں میں سے بعض کا انتقال ہوگیا اور ان کے اہل و عیال سرندیپ میں بے یار و مددگار رہ گئے تو وہاں کے راجہ نے انھیں ایک جہاز میں سوار کراکر بہت سے تحائف و ہدایا کے ساتھ کوفہ کی جانب حجاج بن یوسف ثقفی کے یہاں روانہ کیا۔ یہ جہاز بلادِ سندھ میں دیبل کے قریب پہونچا تو اس علاقہ کے بحری قزاقوں نے اسے لوٹ لیا

---

[51] عجائب الہند۔ ص ۱۵۶۔

اور جب یہ خبر حجاج کو معلوم ہوئی تو اس نے بدلہ لینے کی غرض سے سندھ پر یورش کی۔[1]
یہ واقعہ ولید بن عبدالملک (۸۶ھ تا ۹۶ھ / ۷۰۵ء تا ۷۱۵ء) کے عہد کا ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلی صدی کے آغاز ہی میں اہل سرندیپ اسلام سے واقف ہو گئے تھے اور وہاں عرب کے مسلمان تاجروں نے اپنی نو آبادی بھی قائم کر لی تھی۔ قریب قریب اسی زمانہ میں یا اس کے کچھ عرصہ بعد مسلمانوں کی ایک جماعت نے عرب سے آکر ملیبار کی بود و باش اختیار کی ہے۔

ملیبار میں فقرائے عرب کا آنا

تحفۃ المجاہدین میں لکھا ہے کہ عرب و عجم کے چند فقرا ساحل عرب سے جہاز پر سوار ہو کر حضرت آدم علیہ السلام کے قدم گاہ کی زیارت کے لئے سرندیپ کی جانب روانہ ہوئے۔ ان کا جہاز سوء اتفاق یا باد مخالف کے باعث ساحل ملیبار پر پہونچ گیا اور کدنگلور میں لنگر انداز ہوا اس شہر کے راجہ نے جو سامری کہلاتا تھا۔ ان فقیروں سے ملاقات کی اور ان کے مذہب و ملت کی نسبت دریافت کیا۔ فقرا نے بتایا کہ ہم لوگ مذہب اسلام کے پابند ہیں۔ اس پر راجہ نے کہا کہ میں نے یہودی اور نصرانی سیاحوں سے سنا ہے کہ عرب و ایران میں اس مذہب نے خوب رواج پایا ہے۔ لیکن مجھے ابھی تک کسی مسلمان سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اگر تم اپنے پیغمبر کے حالات بیان کرو تو زیادہ بہتر ہے۔

ملیبار کے راجہ کا اسلام قبول کرنا

ان فقرا میں ایک ذی علم اور صاحب فہم آدمی تھا۔ اس نے نبی اکرم کے حالات اور معجزات اس طرح بیان کئے کہ راجہ نے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا لیکن اپنی قوم سے ہراساں ہو کر اسے مخفی رکھا اور فقرا کو بھی منع کر دیا کہ اس واقعہ کو کسی پر ظاہر نہ کریں۔ اس کے بعد فقرا سرندیپ کو چلے گئے اور کچھ عرصہ کے بعد وہاں سے واپس ہوئے تو راجہ نے ان کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے سفر کا ارادہ کیا اور اپنے اعیان و امرا کو جمع کر کے ریاست کے کاروبار ان کے تفویض کر دیئے اور خود گوشہ نشین ہونے کا عذر کر کے خفیہ طور پر فقیروں کے ساتھ جہاز پر سوار ہو گیا۔ کئی مہینے کی مسافرت کے بعد یہ لوگ جب ساحل عرب پر پہونچے

---

[1] فتوح البلدان۔ ص ۴۳۴-۴۳۶۔ اس واقعہ کو مورخ فرشتہ نے بھی بیان کیا ہے۔ دیکھو تاریخ فرشتہ ج ۲

تو وہاں راجہ بیمار ہو کر فوت ہو گیا لیکن انتقال کرنے سے پہلے اس نے اپنے رفیقوں کو وصیت کی کہ ملیبار میں جا کر دین اسلام کی اشاعت کریں۔

ملیبار میں عربوں کا سکونت پذیر ہونا

اس کے دو سال بعد شرف بن مالک۔ مالک بن دینار اور ان کے بھتیجے مالک بن حبیب اور ان کے اہل و عیال عرب سے ملیبار کی جانب روانہ ہوئے سب سے پہلے کدنکلور میں جہاز سے اترے یہاں کے حاکم نے سکونت کے لئے باغات و زمینیں عطا کیں اور انھوں نے یہاں کی رہائش اختیار کر لی تو عبادت کے لئے ایک مسجد بھی تعمیر کی یہ سب سے پہلی مسجد تھی جو ملیبار میں تعمیر ہوئی اس کے بعد مالک بن حبیب اپنے بیوی اور بچوں کو لے کر کولم میں وارد ہوئے اور یہاں بھی ایک مسجد تعمیر کی۔ اس کے بعد باکنور، منجلور، کنجر کوٹ، ہیلی ماراوی، جرفتن، درفتن، فندرینہ اور شالیات کا سفر کیا اور ہر جگہ ایک ایک مسجد تعمیر کی۔ اس کے بعد کدنکلور میں آکر اپنے چچا مالک بن دینار کے ساتھ تمام مساجد کا معائنہ کیا۔ پھر کولم میں آکر بیوی بچوں سے ملاقات کی اور انھیں اسی جگہ چھوڑ کر مالک بن دینار اور مالک بن حبیب نے عرب کی جانب سفر اختیار کیا۔ وہاں راجہ کے مرقد کی زیارت کی پھر مالک بن دینار خراسان کی جانب روانہ ہوئے۔ مالک بن حبیب نے ملیبار میں واپس آکر اپنے بیوی کے ساتھ کدنکلور میں سکونت اختیار کی اور اپنے بچوں کو مساجد کی حفاظت کے لئے دیگر مقامات پر چھوڑ دیا۔ غرض کہ ان عربوں نے ملیبار میں آکر اسلامی نوآبادی کی بنیاد ڈالی اور دین اسلام کو رواج دیا۔

اس واقعہ کے عہد کو معین کرنے میں مورخین نے اختلاف کیا ہے۔ مورخ فرشتہ کی رائے ہے کہ راجہ نے عہد رسالت میں اسلام قبول کرنے کے بعد عرب کا سفر کیا۔ اور اسی زمانہ میں مسلمانوں نے آکر ملیبار کی سکونت اختیار کی[1] لیکن شیخ زین الدین نے تحفۃ المجاہدین میں لکھا ہے کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ ان کی رائے میں ہجرت کے دو سو سال بعد یہ واقعات سرزد ہوئے ہیں۔

---

[1] تاریخ فرشتہ ج ۲ - ص ۳۷۰ - اردو ترجمہ جلد دوم - ص ۴۹۱

اسلام قبول کرنے والے راجہ کا نام

شیخ زین الدین نے راجہ کا نام نہیں بتایا ہے لیکن انڈیا آفس کے کتب خانہ میں عربی زبان کے دو منظوم رسالے ہیں[1] جن میں راجہ کے اسلام قبول کرنے اور ملیبار میں آکر مسلمانوں کے آباد ہونے کی سرگزشت مذکور ہے۔ ان میں سے ایک میں راجہ کا نام شکرولی فرماض اور دوسرے میں شکروتی فرمال لکھا ہے۔ شکروتی چکراوتی کی عربی صورت ہے اور اس کے معنی ہیں "راجہ" یا "مہاراجہ" اور اس کو تامل بولنے والے ایک عام لقب کی حیثیت سے حکمرانوں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

مستشرقین نے جدید تحقیقات کی بنا پر راجہ کا نام چیرومن پیرومال بیان کیا ہے۔ چیرومن کے معنی ہیں "چیرا خاندان کا راجہ" فرماض اور فرمال پیرومال کے بگڑے ہوئے عربی تلفظ ہیں۔

راجہ کا زمانہ

بعض تامل روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ویدوں کا مشہور مفسر اور ویشنو مذہب کا ہادی شنکراچاری اسی چیرومن پیرومال کے عہد میں گزرا ہے۔ ڈاکٹر برنل Burnell کی تحقیق کے مطابق شنکراچاری کی ولادت سنہ ۶۵۰ء میں ہوئی ہے[2] جو سنہ ۳۰ ہجری کے مساوی ہے۔ زمانۂ حال میں یہ طے ہوا ہے کہ اس کا سال ولادت سنہ ۷۸۸ء ہے جو سنہ ۱۶۲ھ سے مطابقت رکھتا ہے[3] اگر ڈاکٹر برنل کی تحقیق صحیح مان لی جائے تو چیرومن پیرومال جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا معاصر ثابت ہوتا ہے۔ اگر جدید تحقیقات پر وثوق کیا جائے تو اس کا زمانہ دوسری صدی کا اخیر زمانہ قرار پاتا ہے۔

امپیریل گزیٹیر کے ایڈیٹروں کی تحقیق کے موافق چیرومن پیرومال ۲۵ر اگست سنہ ۸۲۵ء کو (۲۱۰ھ)

---

[1] Otto-Loth. Arabic Mss. No 714, 920

[2] Burnell's South Indian Palaeography pp. 33.

[3] Journal Royal Asiatic Society. 1912 pp. 527.

بغرض سفرِ ساحل ملیبار سے روانہ ہوا ۲۱۲ھ ۸۲۷ء میں ساحل عرب پر پہونچا اور اس کے چار سال بعد ۲۱۶ھ ۸۳۱ء میں اس کا انتقال ہوا۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صدی کے اوائل میں یہ راجہ گزرا ہے اور اس کے رفقا دو سال کے بعد ۲۱۴ھ ۸۲۹ء کے حدود میں ملیبار میں وارد ہو گئے ہیں۔

ملیبار میں مالک بن دینار اور مالک بن حبیب کے بنائے ہوئے مساجد

مالک بن دینار اور مالک بن حبیب نے ساحل ملیبار پر جو مساجد تعمیر کئے تھے ان کے مقامات کی تفصیل ذیل میں درج ہے:

(۱) کدنگلور — موجودہ زمانہ میں اس کو کرنگانور کہتے ہیں۔ کوچین کے قریب ملیبار کے جنوبی علاقہ میں ساحل بحر پر واقع ہے نہایت قدیم مقام ہے بطلیموس نے مزیرس کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے۔ رومی اور مصری تجار پہلے زمانہ میں اسی شہر میں آیا کرتے تھے

(۲) کولم — اس کا ذکر رشید الدین ابو الفدا اور ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے۔ سرحد ملیبار کا اخیر مقام ہے سلیمان تاجر اور ابو زید سیرافی کے زمانہ میں اس کو کولم ملی کہا کرتے تھے

(۳) ہیلی ماراوی — ابو الفدا نے اس کو راس ہیلی لکھا ہے۔ رشید الدین نے منجرور اور فندرینا کے بیچ میں اس کا ذکر کیا ہے

(۴) جرفتن — ابن بطوطہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ ہیلی سے اس کی مسافت تین فرسخ تھی گزیٹر میں لکھا ہے کہ صنداپور کے قریب آباد تھا۔

(۵) دہ فتن — ابن بطوطہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ گزیٹر میں لکھا ہے کہ یہ مقام تلی چری کے قریب آباد تھا

(۶) فندرینا — اس کا ذکر ابو الفدا اور رشید الدین نے کیا ہے۔ ساحل بحر کی بستی ہے موجودہ زمانہ میں اس کو پندرانی کہتے ہیں اور یہ کالی کوٹ سے جانب شمال سولہ میل کے فاصلہ پر آباد ہے

(۷) چالیات — ابو الفدا اور رشید الدین نے شالیات کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے

ـــــــــــــــــــــــــــــ

لـه Imperial Gazetteer Vol. XVII pp. 56

ابوالفداء کے زمانہ میں یہاں یہودی قبائل آباد تھے۔ کالی کوٹ کے جنوب میں بیپور کے قریب ساحل بحر پر آباد ہے۔ موجودہ عہد میں اس کو چالیام کہتے ہیں

(۸) **فاکنور**۔ یاقوت حموی اور عبدالرزاق سمرقندی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ ساحل بحر کی بستی ہے۔ موجودہ زمانہ میں اس کو باکنور اور برکور کہتے ہیں

(۹) **منجرور**۔ اس کا ذکر یاقوت، ابوالفدا اور دوسرے عرب جغرافیہ نویسوں نے بھی کیا ہے۔ ملیبار کا مشہور شہر ہے۔ شمال حصے میں ساحل بحر پر آباد ہے۔ موجودہ زمانہ میں اس کو منگلور کہتے ہیں

---

(۶)

ملیبار کے ملوک الطوائف اور کالی کوٹ کا سامری

راجہ چیرومن پیرومال کا اسلامی نام اور تاریخ وفات

تحفۃ المجاہدین سے معلوم ہوتا ہے کہ چیرومن پیرومال کی قبر حضرموت کے ساحل پر شہر ظفار میں موجود ہے۔ لوگ عام طور پر اس کی زیارت کرتے اور سامری کی قبر بیان کرتے ہیں۔ مسلمانان ملیبار میں مشہور ہے کہ اس قبر پر عبدالرحمٰن السامری نام کندہ ہے اور اس کے نیچے ورود کی تاریخ ۲۱۲ھ / ۸۲۷ء اور انتقال کی ۲۱۶ھ / ۸۳۱ء لکھی ہوئی ہے۔

ملیبار کے ملوک الطوائف

چیرومن پیرومال پر چیرا خاندان کا خاتمہ ہوگیا اور ملک کے مختلف علاقوں پر مختلف سردار حکمراں ہو گئے۔ ان کی چھوٹی چھوٹی حکومتیں صدیوں تک قائم تھیں ۹۰۳ھ / ۱۴۹۷ء میں واسکوڈی گاما نے ساحل ملیبار پر قدم رکھا تو اس وقت بھی ملک میں ہر طرف طوائف الملوکی کا بازار گرم تھا۔ کولم کولتھری، ہیلی ماراوی، جرفتن، درفتن، کنور، ارکاد اور کالی کوٹ ان کے مرکزی حکومت تھے۔ ان میں ہمیشہ لڑائی جھگڑے رہا کرتے تھے لیکن اس کے باعث حدود اور عملداری میں

کوئی تغیر نہیں ہوتا تھا

کالی کوٹ کا سامری خاندان اور اس کی شوکت و ثروت

ان حکمرانوں میں سب سے زیادہ قوی اور صاحب شوکت و ثروت کالی کوٹ کا سامری تھا اور اُسے ملک کے تمام راجاؤں پر غلبہ حاصل تھا۔ ۱۰۷۶ھ (۱۶۶۶ء) میں موسیو تھیونو Thevenot نے جب ملیبار کی سیاحت کی تو اس وقت ملیبار کے دیگر حکمران اسے شہنشاہ سمجھا کرتے تھے[۱] یہ حکومت بارہویں صدی کے نصف آخر تک قائم تھی

سامری خاندان کا انقراض

۱۱۸۰ھ (۱۷۶۶ء) میں نائروں اور مسلمانوں کے مابین ملیبار میں لڑائی ہوئی۔ نائروں نے ہزارہا مسلمانوں کو مار ڈالا بلکہ اُن کے گھروں میں بھی آگ لگادی۔ ٹیپو سلطان کے والد نواب حیدر علی خاں کو جب اس کا حال معلوم ہوا تو بیس ہزار سپاہی لے کر منگلور سے نکلا۔ کنانور میں لڑائی ہوئی نائر فرار ہوگئے۔ حیدر علی نے یہاں سے کالی کوٹ کی جانب کوچ کیا سامری سے مقابلہ نہ ہوسکا۔ لڑائی کے بغیر شہر حوالہ کردیا۔ برہمنوں نے سرزنش کی تو اس نے ایتھائی سے آگ میں جل کر جان دیدی۔ اس طرح سامری کی حکومت ختم ہوگئی۔ نائروں نے اس کے بعد ہمت کرکے حیدر علی کے ساتھ پونانی میں ایک سخت مقابلہ کیا۔ لیکن انھیں ہزیمت اٹھانی پڑی

ملیبار پر نواب حیدر علی خاں اور ٹیپو سلطان کا قبضہ

اور پسپا ہو کر جنگلوں میں منتشر ہوگئے۔ ملیبار کا تمام ملک حیدر علی کے قبضہ میں آگیا[۲] جس پر حیدر علی اور اس کے نامور فرزند ٹیپو سلطان نے تقریباً ستائیس سال استقلال کے ساتھ حکومت کی۔ اس کے بعد ۱۲۰۶ھ (۱۷۹۲ء) تک بارہ محال، پالم، ڈنڈیگل، کوئمبتور، کنٹرا اور ملیبار کے علاقے بتدریج انگریزوں کے قبضہ میں آگئے[۳]

---

[۱] سیاحت موسیو تھیونو۔ ص ۶۳

[۲] کارنامۂ حیدری۔ ص ۱۵۱

[۳] کارنامۂ حیدری ص ۳۶

(۷)

ملیبار کی اسلامی آبادیاں

مالک بن حبیب اور اُن کی آل اولاد نے ملیبار میں سکونت اختیار کی تو اس کی وجہ سے اس ملک میں مسلمانوں کی نو آبادی قائم ہوگئی۔ اس کے بعد عرب و عراق کے مسلمان تجار آنے جانے اور یہاں کی بود و باش اختیار کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ مقامی باشندوں نے بھی تبلیغ و تلقین کے اثر سے مذہب اسلام قبول کرنا شروع کیا۔ ان اسباب کے باعث ملیبار کی اسلامی آبادی روز بروز ترقی کرتی گئی۔ یہاں تک کہ ساتویں صدی میں جب کہ ابن بطوطہ نے اس ملک کی سیاحت کی ہے تو ملیبار کا تمام ملک گواسے کولم تک مسلمانوں سے آباد و معمور ہوگیا تھا۔

ملیبار میں مسلمانوں کی کثرت

واسکوڈی گاما Vasco De Gama نے جب ملیبار میں قدم رکھا ہے تو اس وقت حسب ذیل مقامات مسلمانوں کی کثرت آبادی سے معمور تھے:

ملیبار کی اسلامی بستیاں

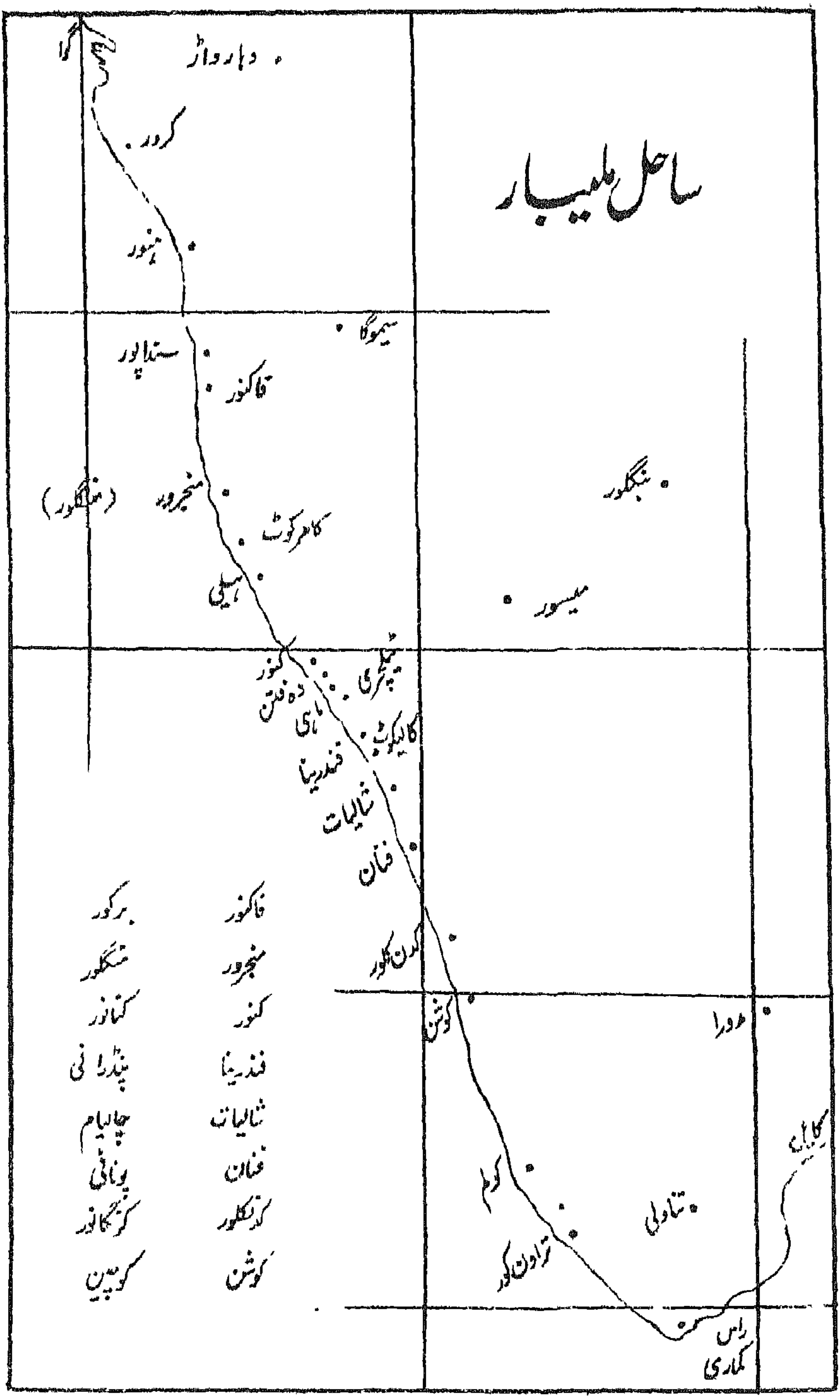
کدن کلور، کولم، ہیلی مارادی، جرفتن، دہ فتن، فندرینا، چالیات، فاکنور، منجرور کاسرکوٹ۔

شالیات کے اطراف میں۔ کالیکوٹ، ولین کوٹ، تروونکاد، تانور، فنان، پرودنکاد، پرونور

درفتن کے حوالی میں۔ اریکاد، ترلونکاد، تیلی، کمنور، چمپیا۔

درفتن کے جنوب میں۔ بدفتن، نادورم

بدفتن کے جنوب میں۔ کدنکلور کے آس پاس، کوتتی، پت، ویلی ورم


ساحل ملیبار
دھارواڑ
گوا
کرور
ہنور
سیموگا
ستاپور
فاکنور
منجرور
(منگلور)
کاھرکوٹ
ہیلی
بنگلور
میسور
کنور
پیلچری
دہ فتن
ماہی
کالیکوٹ
فندرینا
شالیات
فنان
کدنکلور
کوشن
درا
کولم
ترادنکور
تناولی
راس کماری
فاکنور برکور
منجرور شکلور
کنور کناذر
فندرینا پنڈرانی
شالیات چالیام
فنان پونانی
کدنکلور کرنگانور
کوشن کوچین

مسلمانوں کی اقتصادی حالت

شیخ زین الدین معبری نے لکھا ہے کہ ملیبار میں مسلمانوں کا کوئی بادشاہ نہیں ہے۔ ان پر یہاں کے ہندو راجہ حکومت کرتے ہیں اور انھیں کے پاس مسلمانوں کے باہمی نزاعات اور مطالبات کا تصفیہ ہوا کرتا ہے

ملیبار میں مسلمانوں نے کثرت سے مواضعات آباد کئے ہیں اور ان میں عمارات و مساجد بھی بنوائے ہیں۔ جہاں اطمینان و مسرت کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔ جمعہ اور عیدین کی نمازیں شاندار طریقہ پر ادا ہوتی ہیں۔ ان مواضعات میں حکومت کی طرف سے قضاۃ اور موذن مقرر ہیں اور انھیں سرکاری خزانہ سے تنخواہ ملتی ہے۔ احکام شرعی کا باقاعدہ نفاذ ہے جمعہ کے دن عام طور پر تعطیل ہوتی ہے۔ مسلمان زراعت اور تجارت دونوں کرتے ہیں۔ زراعت پیشہ طبقہ سے حکومت کسی قسم کا محصول نہیں لیتی ہے. تجار کو اپنے منافع سے دسواں حصہ بطور زکوٰۃ کے ادا کرنا پڑتا ہے۔ یہاں کے ہنود مسلمانوں کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آتے ہیں اگر کوئی ہندو مذہب اسلام قبول کرلیتا ہے تو اس کا بھی مسلمانوں کے مانند احترام کرتے ہیں اس امر نے یہاں کے باشندوں کو قبول اسلام کی طرف طبعاً راغب کردیا ہے[1]

ملیبار کے ہنود میں رسم و رواج کے قیود اور ان میں اشاعت اسلام کے اسباب

شیخ زین الدین کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ ملیبار کے ہنود میں رسم و رواج کے قیود اور ذات پات کی پابندیاں مدت سے قائم تھیں۔ ان کا بیان ہے کہ اگر اعلیٰ ذات کا کوئی آدمی کسی ادنیٰ ذات کے آدمی سے چھو جاتا یا حد مقررہ سے قریب ہو جاتا تو غسل کئے بغیر کھانا کھانا اسے جائز نہیں ہے۔ اگر بغیر غسل کے کھا لیتا ہے تو اپنی ذات سے باہر ہو جاتا ہے۔ ادنیٰ ذات والوں کا پکایا ہوا کھانا اعلیٰ ذات والوں کے لئے کھانا منع ہے۔ اگر اعلیٰ ذات کا مرد کسی ادنیٰ ذات کی عورت سے شادی کرتا ہے یا کسی اعلیٰ ذات کی عورت کے ساتھ کسی ادنیٰ ذات کے مرد کی شادی ہو جاتی ہے تو اعلیٰ ذات والا اپنی ذات سے خارج ہو جاتا ہے[2]

۱؎ تحفۃ المجاہدین۔ قسم سوم

۲؎ " "

تھیونو Thevenot سیّاح نے بھی اعلیٰ اور ادنیٰ طبقوں کے رواجی قیود کی نسبت ایسی ہی باتیں بیان کی ہیں۔ اُس نے لکھا ہے کہ ملیبار میں دو قومیں آباد ہیں ایک نائر دوسرے پولئے۔ اگر کوئی نائر کسی پولیا کے اس قدر قریب ہو جائے کہ اُس کی سانس اُس تک پہنچ سکے تو نائر سمجھتا ہے کہ وہ ناپاک ہو گیا اور مجبوراً اُس پولئے کو قتل کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ اگر اُسے قتل نہ کرے اور راجہ کو معلوم ہو جائے تو راجہ نائر کو مروا دیتا ہے۔ جب کبھی پولئے گھروں سے باہر کھیتوں میں نکلتے ہیں تو اس اتفاق سے بچنے کے لئے متواتر "پولو" پکارتے ہیں تاکہ نائر موجود ہوں تو ہٹ جائیں اور جب نائر اس آواز کو سن لیتا ہے تو چلّا کر کوکر کہہ دیتا ہے۔ اس سے پولیا سمجھ لیتا ہے کہ یہاں کوئی نائر موجود ہے اور وہ راستہ چھوڑ کر دور ہو جاتا ہے تاکہ نائر سے اُس کا سامنا نہ ہو جائے[۱]

رسم و رواج کے خلاف نائر جب کسی فعل کے مرتکب ہوئے تو اس بدنامی سے بچنے کے لئے یا تو وطن چھوڑ کر ایسی جگہ چلے جاتے ہیں جہاں اُن سے کوئی واقف نہیں ہے یا اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ پولیون کے لئے بھی اس ذلت سے بچنے کا طریقہ صرف قبول اسلام ہے۔ یہ لوگ جب اسلام قبول کر لیتے ہیں تو انھیں مساوات کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور وہ دیگر مسلمانوں کے مانند عزت و حرمت کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔ یہ ہی سب سے بڑے اسباب ہیں جن کے باعث ملیبار میں اسلام کی اشاعت ہوئی ہے۔

ساحلِ معبر پر اسلامی آبادی

مسلمانوں کی آبادی سواحل ہند پر ملیبار ہی سے مخصوص نہیں تھی بلکہ اس کے آس پاس جو ممالک واقع ہیں اُن میں بھی مسلمان ایسی ہی کثرت کے ساتھ آباد تھے۔

ملیبار کے جنوب مشرق میں معبر کا ملک ہے۔ عرب اور ایران کے جہاز نراج اور چین کو جاتے آتے راستہ میں ملیبار سے گزر کر معبر کے بنادر میں بھی لنگر انداز ہوا کرتے تھے اور یہاں بھی ہجرت کی ابتدائی صدیوں میں عرب و ایران کے ساحلی باشندوں نے

---

[۱] سیاحت موسیو تھیونو۔ ص ۶۶ – ۶۷

آکر توطن اختیار کرلیا تھا۔ معبر کے جنوبی علاقہ میں جو ملیبار سے بالکل ملا ہوا ہے۔ نہایت قدیم زمانہ سے پانڈیا خاندان کی حکومت تھی۔ اشوک کے کتبوں اور بطلیموس کے جغرافیہ میں اس خاندان کا تذکرہ آیا ہے اور اس سے اس کی قدامت ظاہر ہوتی ہے۔

معبر کا پانڈیا خاندان

مارکوپولو (۶۷۶ھ / ۱۲۷۷ء) جب اس ملک میں آیا ہے تو یہاں کا راجہ سندر پانڈیا تھا اس کے ملک میں تجارت اور مال و دولت کی فراوانی تھی جہاں نورد سیاح نے بیان کیا ہے کہ اس ملک اور سرندیپ کے درمیان سمندر حائل ہے جسے خلیج کہتے ہیں۔ اس میں نایاب موتی نکلتے ہیں اور ان کے لئے اپریل سے مئی تک اطراف عالم سے موتی نکالنے والے یہاں آیا کرتے ہیں۔ اس ملک میں گھوڑے پیدا نہیں ہوتے اس لئے ملک کی دولت کا ایک بڑا حصہ اُن کی خریداری میں صرف ہوجاتا ہے۔ ہرمز، سوہار اور عدن کے سوداگر معبر میں گھوڑے لایا کرتے ہیں۔ ہر سال دو ہزار گھوڑوں کی تجارت ہوتی ہے اور ہر ایک گھوڑا پانسو دینار میں فروخت ہوتا ہے۔ کایل معبر کا ایک عالی شان بندرگاہ ہے۔ یہاں عدن و عرب کے تجار زیادہ تر آتے ہیں اور تجارت خوب ہوتی ہے۔[1]

معبر میں عربوں کی تجارت

مورخ رشید الدین کا بیان ہے کہ راجہ سندر پانڈیا کا وزیر اور مشیر ایک مسلمان تھا جس کا نام تقی الدین عبد الرحمن ہے۔ راجہ نے کایل، فتن اور ملی فتن کے بندر اسے بطور جاگیر کے عطا کئے تھے۔

راجگان پانڈیا کے مسلمان وزیر

وزیر تقی الدین کا تذکرہ اور معبر کی پانڈیا حکومت کے حالات مورخ عبد اللہ وصاف نے اپنی تاریخ میں تفصیل کے ساتھ تحریر کئے ہیں۔ یہ تاریخ ۷۲۸ھ / ۱۳۲۷ء میں تصنیف ہوئی ہے اس کا نام تجزیۃ الامصار و تزجیۃ الاعصار ہے لیکن عام طور پر تاریخ وصاف کہلاتی ہے اس کے بعض مقامات کا اقتباس یہ ہے۔[2]

مورخ عبد اللہ وصاف کا بیان

---

[1] Marco Polo. Book, III Chap XVI pp. 333—334

[2] تاریخ وصاف ج ۳ ۔ ص ۳۰۱ ۔ ۳۰۲ ۔ ۳۰۳ ۔ ۵۳۰ ۔ ۵۳۱ ۔ ۵۰۵

معبر کولم سے نیلور تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کی مسافت تین سو فرسخ کے قریب ہے
یہاں کا راجہ دیور کہلاتا ہے جس کے معنی ہیں خداوند دولت' یہاں کی تجارت اقصائے عالم میں
پھیلی ہوئی ہے۔ چین و ماچین' ہندوستان کے جہاز یہاں آیا کرتے ہیں اور ان پر
عراق و خراسان اور روم و فرنگ تک یہاں سے تجارتی مال و اسباب جایا کرتا ہے اور
اسی وجہ سے یہ ملک "کلید ہندوستان" کی حیثیت رکھتا ہے۔

معبر کلید ہندوستان ہے

یہاں کا راجہ سندر پانڈیا تھا جس کے تین بھائی تھے اور وہ بھی ملک کے مختلف اقطاع
میں حکومت کیا کرتے تھے۔ تقی الدین اس کا وزیر با تدبیر تھا۔ راجہ نے تجارت کے تمام
کاروبار اس سے وابستہ کر دیئے تھے۔ فتن، ملی فتن اور قائل میں اس کی حکومت تھی

مرزبان ہندی وزیر تقی الدین طیبی

تقی الدین کے والد محمد طیبی کا وطن مدینہ منورہ تھا۔ جہاں سے آکر اس نے فارس
میں سکونت اختیار کر لی۔ بحری تجارت کو اپنا پیشہ قرار دیا۔ اور بحر فارس کے جزیرہ قیس کو
اپنی تجارت کا مرکز بنایا۔ تقی الدین کا بڑا بھائی جمال الدین اس جزیرہ میں رہا کرتا تھا اور
یہاں سے اس کے تجارتی جہاز اطراف عالم میں جایا کرتے تھے۔

ملک الاسلام امیر جمال الدین طیبی

جمال الدین جزائر فارس، قطیف، بحا، بحرین اور ہرموز وغیرہ سے گھوڑے
فراہم کر کے معبر کی جانب روانہ کیا کرتا تھا اور اس وقت ایک گھوڑے کی قیمت دو سو سرخ
دینار سرخ ہوا کرتی تھی۔ اتابک ابو بکر بن سعد زنگی (۶۲۳ھ/۱۲۲۶ء تا ۶۵۸ھ/۱۲۶۰ء) کے عہد میں
ہر سال دس ہزار گھوڑے معبر میں آیا کرتے اور ان کی فروخت سے کم و بیش بیس لاکھ دینار
ملا کرتے تھے۔

عرب و عراق کے مسلمانوں نے جمال الدین کو ملک الاسلام کا لقب دیا تھا۔
تقی الدین کو ملک اعظم اور مرزبان ہندی کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔
جب سندر پانڈیا کا انتقال ہو گیا تو اس کا بھائی کلس دیو یہاں مالک تاج و تخت
قرار پایا۔ اس نے حسب سابق تقی الدین کو منصب وزارت پر بحال رکھا۔ ۶۹۲ھ میں

وزیر سراج الدین طیبی

تقی الدین کا انتقال ہوگیا۔ راجہ نے اس کے مال و منال کو ضبط کرنا چاہا۔ لیکن جمال الدین کے فرزند سراج الدین نے دو لاکھ اشرفیاں راجہ کے نذر کیں اور اس نے راضی ہوکر سراج الدین کو اپنا وزیر بنا لیا۔

پانڈیا شہزادوں کی خانہ جنگی اور سلطان علاء الدین خلجی کے لشکر کا معبر کو فتح کرنا

کلس دیو کے دو فرزند تھے۔ سندر پانڈیا اور ویرا پانڈیا۔ پہلے کی ماں منکوحہ زوجہ تھی دوسرے کی غیر منکوحہ۔ کلس دیو نے ویرا پانڈیا کو اپنا جانشین مقرر کیا تو سندر پانڈیا نے اس سے ناخوش ہوکر ۷۰۹ھ/۱۳۰۹ء میں اپنے باپ کلس دیو کو مار ڈالا۔ اور بغیر کسی لڑائی کے تخت پر قبضہ کرکے وہاں سے خزانہ حاصل کرنے کے بعد جانب منکور چلا گیا۔ ویرا پانڈیا نے اس کا تعاقب کیا۔ دونوں بھائیوں میں سخت لڑائی ہوئی۔ سندر پانڈیا نے شکست پائی۔ میدان جنگ سے فرار ہوکر سلطان علاء الدین خلجی کے لشکر میں پناہ گیر ہوا۔ ملک کافور اس وقت دوارسمندر میں برسر پیکار تھا۔ جب یہ مقام فتح ہوگیا تو سندر کی تحریک سے ملک کافور نے مدورا پر حملہ کیا۔ ۱۷ ذی القعدہ ۷۱۰ھ/۱۳۱۰ء کو شہر پر قابض ہوکر ویرا پانڈیا کو بے دخل کر دیا

رامیشورم کی مسجد علائی

اور سندر پانڈیا کو تخت نشین کرکے خود جنوب میں رامیشورم تک چلا گیا اور وہاں بطور یادگار کے ایک مسجد بنائی جو شہنشاہ جہانگیر (۱۰۱۴ھ/۱۶۲۸ء ۱۰۳۷ھ/۱۶۶۰ء) کے عہد تک موجود تھی

---

(۸)

خاندان علی راجا

کنانور

ساحل ملیبار کے شمالی علاقہ میں ایک شہر کنانور آباد ہے۔ اس کو پہلے زمانہ میں کنور کہا کرتے تھے۔ عرب و ایران کے سیاحوں نے اسی نام سے اس کا ذکر کیا ہے۔ چھٹی صدی ہجری تک اس کی حیثیت معمولی قصبہ کی تھی۔ لیکن مسلمان تاجروں کی آمدورفت کے بعد اس کو ترقی ہونے لگی

اور بتدریج عرب و ایران کی تجارت کا مرکز بن گیا۔

خاندان علی راجا کی بنیاد

کنانور راجگان کولتھری کی عملداری میں شامل تھا۔ یہ راجہ سامری کے خراج گزار تھے اور انھوں نے اس مقام کو اپنا مستقر بنالیا تھا۔ ان راجاؤں کے ایک وزیر نے جو قوم کا نائر تھا ساتویں صدی کے اوایل میں اسلام قبول کرلیا اور اس کی وجہ سے کنانور میں ایک نومسلم خاندان کی بنیاد قائم ہوئی جو تاریخ میں خاندان علی راجا کے نام سے مشہور ہے۔ یہ خاندان تھوڑے

خاندان علی راجا کی بحری قوت

ہی عرصہ میں کنانور کے ماپلا مسلمانوں کا سردار بن گیا۔ اس زمانہ میں ماپلا مسلمانوں کی بحری قوت مشہور تھی۔ ان کے تجارتی کاروبار بلادِ عرب سے سواحلِ چین تک پھیلے ہوئے تھے اور اس کی وجہ سے ان کی دولت و ثروت میں خوب ترقی ہوگئی تھی۔ علی راجا کے خاندان کو جب ان کی سیادت حاصل ہوگئی تو خلائق نے اُسے "سلطان البحر" King of Sea کے لقب سے موسوم کردیا[1]۔

جزائر ملیبار پر علی راجہ کا قبضہ

علی راجہ کا خاندان اگرچہ حاکم نہیں تھا لیکن بحری قوت کے باعث اس کا اقتدار حاکموں سے بڑھا ہوا تھا۔ اور بیڑے نے ساتویں صدی کے اوائل میں جزائر ملیبار پر قبضہ کرلیا تھا اور یہاں کے باشندے تیرہویں صدی کے آغاز تک اسی خاندان کے مطیع و فرمان بردار تھے[2]۔

خاندانِ علی راجا کی تاریخ سقیم حالت میں ہے۔ اس لئے یہ بتانا دشوار ہے کہ اس خاندان میں ابتدا سے انقراض تک کس قدر افراد نے سرداری کا مرتبہ حاصل کیا ہے۔ تاہم بعض ذرائع سے چند نام دستیاب ہوگئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں[3]:

خاندان علی راجا کے بعض افراد

علی واپن راجہ — یہ ۶۰۱ھ (۱۲۰۴ء) و ۶۰۲ھ (۱۲۰۵ء) میں بقید حیات تھا

علی اداکر (ابوبکر) راجہ

۱۔ Malabar Quarterly Vo. 11. pp. 229.

۲۔ Malabar Quarterly Vol. 11. pp. 228.

۳۔ Malabar Quarterly Vol. 11. pp. 215.

علی ماستا (محمد) راجہ

علی آرون (ہارون) راجہ — اس کے زمانہ میں باربوسا نے کنانور کی سیاحت کی تھی۔

علی آذا راجہ — یہ شہنشاہ اکبر کا معاصر تھا اور اس کے زمانہ میں پرتگیزوں نے جزائر ملیبار پر حملہ کیا تھا۔

علی راجا اور پرتگیز

پرتگیزوں نے ملیبار میں آنے کے تین یا چار سال بعد کنانور میں آکر یہاں کے راجہ سے دوستانہ تعلقات قائم کئے اور اس کی اجازت سے اس جگہ ایک تجارت گاہ بھی قائم کرلی کچھ عرصہ کے بعد ان کو عروج حاصل ہوگیا تو مسلمانانِ ملیبار کی بحری تجارت میں مانع و مزاحم ہونے لگے۔ نوبت یہاں تک پہونچی کہ اگر کوئی جہاز ان کی اجازت کے بغیر سامانِ تجارت لے کر ساحلِ ملیبار سے روانہ ہوتا تو اسے لوٹ لیا کرتے تھے۔ اسی دوران میں علی راجا کے چند جہاز تجارت کے لئے برّالعرب کی جانب روانہ ہوئے۔ پرتگیزوں کو جب معلوم ہوا کہ وہ جہاز اجازت لئے بغیر روانہ ہوئے ہیں تو انھوں نے غضبناک ہوکر ابوبکر علی اور کنج صوفی کو مار ڈالا۔ یہ دونوں علی راجہ کے ماموں اور خسر تھے[1] اس واقعہ کے باعث علی راجا اور پرتگیزوں کے درمیان مخالفت ہوگئی۔ پرتگیزوں نے علی راجا کو پریشان کرنا چاہا اور اس غرض کے لئے جزائرِ ملیبار پر یورش کردی اور وہاں دو سو سے زیادہ زن و مرد کو مار کر ان کے مکان اور مساجد جلا دیئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علی راجا نے مصالحت کرلی اور پرتگیزوں نے جزائرِ ملیبار کو چھوڑ دیا۔[2]

علی راجا کا کنانور کے راجہ کا جانشین ہونا

۱۱۷۰ھ (۱۷۵۶ء) کے حدود میں کنانور کے راجہ کی لڑکی علی راجا پر فریفتہ ہوگئی۔ راجہ کو

---

۱ تحفۃ المجاہدین قسم چہارم فصل نہم

۲ تحفۃ المجاہدین قسم چہارم فصل یازدہم

اس کا حال معلوم ہوا تو اُس نے اختلاف مذہب کے باوجود لڑکی کی شادی علی راجا کے ساتھ کر دی اور جب مرنے لگا تو علی راجا کو اپنا جانشین بنا کر کنانور کی حکومت اُس کے حوالہ کر دی۔ اس بات سے نائر قوم کے دوسرے سردار برہم ہو گئے اور مسلمانوں کے خلاف کارروائیاں شروع کیں۔ اسی دوران میں حیدر علی خاں اور علی راجا کے مابین تعلقات قائم ہو گئے۔ حیدر علی نے علی راجا کو اپنا امیر البحر بنا لیا اور اُسے جدید جہاز بنانے کے لئے زرِ خطیر عطا فرمایا۔ چند دنوں کے بعد جنگی بیڑہ تیار ہو گیا اور اُس پر علی راجا نے حیدر علی کا علم چڑھا کر بحری فتوحات کی ابتدا کی۔ سب سے پہلے جزائر مالدیو پر حملہ کیا اور یہاں کے حاکم کو گرفتار کر کے اُس کی آنکھیں نکال دیں۔ تخت گاہ پر قابض ہو کر حیدر علی کا نشان بلند کیا۔ لیکن نواب کو معلوم ہوا کہ علی راجا نے حاکم مالدیو کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کیا ہے تو اُسے امیر البحر کی خدمت سے معزول کر دیا۔ نائروں نے اس بات کو مابلا مسلمانوں کی تباہی کا

کنانور پر نواب حیدر علی خاں کا قبضہ

پیش خیمہ سمجھا اور ایک دن اتفاق کر کے کنانور میں مسلمانوں کا قتل عام کر دیا۔ اس وقت حیدر علی منگلور میں مقیم تھا۔ جب اُسے مسلمانوں کی اس تباہی کا حال معلوم ہوا تو بیس ہزار سپاہی لے کر کنانور میں آیا۔ علی راجہ نے شہر سے باہر آ کر استقبال کیا۔ ندی کے کنارے سخت لڑائی ہوئی۔ نائر شکست پا کر فرار ہو گئے۔ نواب کی فوج فتح یاب ہو کر کنانور میں داخل ہوئی۔ یہ واقعہ ۱۱۸۱ھ ۱۷۶۶ء کا ہے[1]

۱؎ نشان حیدری ص ۹۷ - کارنامہ حیدری - ص ۱۵۱ - حملات حیدری - ص ۱۱۳

(۹)

ماپلا کی تحقیق

ماپلا مسلمانوں کا مخصوص لقب نہیں ہے

ملیبار کے مسلمان عام طور پر "ماپلا" کہلاتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لقب مسلمانوں کے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ جنوبی علاقوں میں اکثر عیسائی قبائل پر بھی اس کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔ یہ عیسائی زیادہ تر کوچین اور ٹراونکور کی عملداری میں آباد ہیں اور سریانی کلیسیا کی پیروی کرتے ہیں۔ اس کلیسیا کو ظہور اسلام سے تھوڑی مدت پہلے فارس اور عراق میں خوب ترقی ہوگئی تھی اور ان ممالک سے بکثرت عیسائی قبائل براہ خلیج فارس ملیبار میں آکر آباد ہوگئے تھے۔

ماپلا عیسائی

ماپلے عیسائی انھیں سریانی عیسائیوں کی اولاد سے ہیں اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لقب اُن لوگوں سے تعلق رکھتا ہے جو عراق وعرب سے آکر یہاں آباد ہوئے ہیں۔

ماپلا کے معنی

"ماپلا" کے معنی کیا ہیں اور کس زمانہ سے اس کا رواج ہوا ہے۔ ان امور کا صحت کے ساتھ بیان کرنا نہایت دشوار ہے۔

ڈاکٹر ولسن Wilson نے بیان کیا ہے کہ یہ لفظ "ما" (مادر) اور "پلے" (فرزند) سے مرکب ہے جس کے معنی ہیں "ماں کا بچہ"۔ اس نام سے موسوم ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ عرب و عجم کے سیاح و تجار جب ملیبار میں آتے تو یہاں کی دیسی عورتوں سے نکاح کر لیا کرتے تھے اور کچھ عرصہ کے بعد واپس چلے جاتے تو عورتوں کو طلاق دیدیا کرتے تھے۔

"ماں کا بچہ"

اس لئے ان عورتوں سے جو اولاد پیدا ہوتی وہ ماں سے منسوب ہوکر "ماپلا" یعنی ماں کا بچہ کہلاتی تھی۔

مدراس گلاسری Madras Glossry میں لکھا ہے کہ "ما" ملیالم زبان کا

"بزرگ کا بچہ" لفظ ہے جس کا سنسکرت تلفظ 'مہا' ہے اور اس کے معنی ہیں بزرگ و برتر۔ جب مسلمان یہاں آئے تو یہاں کے باشندوں نے اُن کی خوب عزت و توقیر کی اور اُن کی اولاد کو ماپلا کے لقب سے ملقب کیا جس کے معنی ہیں 'بزرگ کا بچہ'۔

"فلاح" کی بگڑی ہوئی شکل "مافلاح" ڈاکٹر بیجر Badger نے جو عربی زبان کا مشہور لغت نویس ہے اس کو عربی زبان کے لفظ 'فلاح' کی بگڑی ہوئی صورت بیان کیا ہے جس کے معنی ہیں 'کاشت کار' یا 'زراعت پیشہ'۔ ملیبار میں مسلمان عموماً تجارت کیا کرتے اور ان کو زراعت سے سروکار نہیں تھا اس لئے ماپلا (مافلاح) یعنی غیر کاشت کار کے لقب سے موسوم ہو گئے۔

جدید تحقیقات جدید ترین تحقیقات میں اس لفظ کی اصل 'ماریلا' ثابت ہوئی ہے جس کے معنی ہیں 'منھ بولا فرزند' اور یہ لقب ایسا ہی ہے جیسا کہ شمالی ہند میں 'راجپوت' و 'راوتھار' اور جس کے معنی ہیں راجہ کا فرزند'۔

ٹامل علاقہ میں مدارج و مراتب کے القاب ٹامل بولنے والے قدیم زمانہ سے عز و وقار کے مراتب و مدارج کو ظاہر کرنے کے لئے مختلف فرقوں اور طبقوں کے ساتھ مختلف القاب استعمال کیا کرتے ہیں مثلاً اونی (خرد) موتات (کلاں) ہنیار (فاضل) پیورن (معظم) تمپی (خرد سال بھائی) تنکاچی (خرد سال بہن) ان میں سے آخر کے دو القاب اُن لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں جو راجاؤں کی بہنوں سے تولد ہوئے ہیں 'ماپلا' بھی اسی نوعیت کا لقب ہے اور اس کے رواج پانے کا پتہ اُس روایت سے چلتا ہے جو ملیبار کے سریانی عیسائیوں میں صدیوں سے مشہور چلی آرہی ہے۔

ایک عیسائی سوداگر سب سے پہلے ماپلا کے لقب سے ملقب ہوا روایت یہ ہے کہ ہجرت سے تقریباً سو سال پہلے ایک عیسائی سوداگر جس کا نام تھوما تھا ملیبار میں آیا۔ کرنگانور کے راجہ نے خوب خاطر تواضع کی اور سکونت کے لئے مکان اور عبادت کے لئے کلیسا تعمیر کرنے کی اجازت دی۔ ان مراعات کی نسبت ایک سند بھی عطا ہوئی اُس میں راجہ نے سوداگر کو "کو کرنگن کنانو"[۱] کے خطاب سے مخاطب کیا۔ جس کے معنی ہیں چیرا راجہ کا

---

[۱] ملیالم میں چیرا خاندان کے راجاؤں کو کرنگن کہتے ہیں

سوداگر اور اس کے ساتھ ماپلا یعنی منھ بولے فرزند کے لقب سے پکار کر اپنے الطاف شاہانہ کا اظہار کیا۔

مسلمانوں کا ماپلا کے لقب سے ملقب ہونا

مسلمانوں میں کس زمانہ سے اس لقب کا رواج ہوا ہے۔ اس کا پتا چلانا مشکل ہے۔ لیکن ہم نہایت وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ نویں صدی ہجری میں ملیبار کے مسلمان اس لقب سے عام طور پر پکارے جاتے تھے۔

باربوسا کا بیان

باربوسا Bar Bosa پرتگال کا مشہور سیاح ہے جو افریقہ کی سیاحت کے بعد ۹۱۴ھ / ۱۵۰۸ء میں ساحلِ ہندوستان پر وارد ہوا۔ اور یہاں کئی سال مقیم رہنے کے بعد ۹۲۰ھ / ۱۵۱۴ء میں اپنے واقعاتِ سیر و سفر تحریر کیے۔ اس میں کئی مقام پر ملیبار کے مسلمانوں کو مور ماپلا Moors Mapulers کے لقب سے یاد کرتا ہے[۲]

ابن بطوطہ (۷۴۴ھ / ۱۳۴۳ء) عبدالرزاق سمرقندی (۸۴۶ھ / ۱۴۴۲ء) شیخ زین الدین معبری (۹۹۱ھ / ۱۵۸۳ء) اور مورخ فرشتہ (۱۰۱۵ھ / ۱۶۰۶ء) نے ملیبار کے مسلمانوں کا تذکرہ کیا ہے لیکن ان کی تصنیفات میں اس لقب سے مسلمانوں کے ملقب ہونے کا ذکر کہیں نہیں آیا ہے۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ مسلمان مصنف گیارہویں صدی تک اس لفظ کو استعمال نہیں کرتے تھے۔ گزشتہ صدی سے

فارسی تصنیفات میں ماپلا کا استعمال

فارسی تصنیفات میں یہ لفظ نظر آنے لگا ہے اور سب سے پہلی کتاب جس میں یہ لفظ آیا ہے میر حسین علی سرنگاپٹنی کی نشانِ حیدری ہے[۳] جو ۱۱۸۱ھ / ۱۷۶۷ء میں ٹیپو سلطان کی فرمائش سے تالیف ہوئی ہے۔

---

[۱] Indian Antiquary (1927) 13-14.

[۲] Description of the Coasts of East Africa and Malabar. pp. 146.

[۳] نشانِ حیدری۔ ص ۹۷۔ ترجمہ انگریزی۔ ص ۱۴۴۔ کارنامۂ حیدری۔ ص ۱۴۲

(۱۰)

ملیبار کے سیّاح اور اُن کے سفرنامے

ہجرت کی ابتدائی صدیوں میں کئی مسلمان سیّاحوں نے ساحلِ ملیبار کی سیاحت کی ہے اور یہاں کے حالات اپنے عینی مشاہدات کی بنا پر بیان کئے ہیں۔ ان سیاحوں میں سلیمان تاجر زیادہ قدیم ہے۔ تیسری صدی کے اوائل میں سنہ ۲۳۷ھ (۸۵۱ء) سے پہلے براہ سمندر اس نے بلادِ چین کا سفر کیا اور اثنائے راہ میں ساحلِ ملیبار پر بھی اس کا گزر ہوا۔ اس کا بیان ہے کہ مسلمانوں کے جہاز جب خلیج فارس اور بحرِ قلزم سے نکل کر سرندیپ اور چین کی جانب روانہ ہوتے ہیں تو راستہ میں ملیبار سے ہو کر گزرتے ہیں۔ اس ملک میں کولم ان کا مرکز ہے۔ آتے جاتے دونوں وقت یہ جہاز اس مقام پر لنگر انداز ہوا کرتے ہیں۔ ولایت بلہرا سے متصل کُلم کا علاقہ ہے۔ اس کے بعد کولم کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ اگر موسم اعتدال پر ہوتا ہے تو مسقط سے کولم تک ایک مہینے میں جہاز پہونچ جاتے ہیں اور ایک آدمی کے لئے دس دینار کرایہ ہوتا ہے۔[۱]

سلیمان تاجر

مسقط سے کولم تک مسافت اور جہاز کا کرایہ

فارس کے ایک جہازراں بزرگ بن شہریار ناخدا رام ہرمزی نے بھی سنہ ۳۰۰ھ (۹۱۲ء) سے پہلے ہندوستان کے سواحل کا سفر کیا ہے۔ اس کے سفرنامے سے پتا چلتا ہے کہ ہر سال موسم کے معتدل ہونے پر عربوں کی بڑی بڑی جماعتیں بحرِ فارس اور بحرِ قلزم سے روانہ ہو کر ملیبار اور ساحل کے دیگر بلاد میں آیا کرتی تھیں۔ اس کا بیان ہے کہ سنہ ۳۰۶ھ (۹۱۸ء) میں عربوں کے تین جہاز سیراف سے نکل کر سواحلِ ہند کی جانب روانہ ہوئے۔ ان میں بارہ سو آدمی سوار تھے دورانِ سفر میں شدید طوفان سے سامنا ہوا جس کے باعث تینوں جہاز غرق ہو گئے۔ اس تباہی کا

بزرگ بن شہریار ناخدا

---

[۱] سفرنامہ سلیمان تاجر۔ ص ۱۶ و ۲۸

ب سیراف اور صیمور میں معلوم ہوا تو یہاں کے باشندوں نے کئی مہینے تک اس کا ماتم کیا۔[1]
کولم اخدا نے دو مختلف مواقع پر کولم کا ذکر کیا ہے۔[2] ایک جگہ بیان کرتا ہے کہ ایک ایرانی جہاز ر
اہ نے اپنی بیوی اور لڑکے مرزبان کو ساتھ لے کر کولم کا بیس مرتبہ سفر کیا تھا۔ دوسرے
سافروں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کولم میں ایک مسلمان رہتا ہے جس کو وہاں کے
بجی کہتے ہیں۔ اس کا وقت زیادہ تر عبادت الٰہی میں گزرتا ہے اور جب کوئی آدمی تھنہ
کاٹا ہوا اس کے یہاں آتا ہے تو اس کے دعا پڑھنے سے زہر کی تاثیر فوراً زائل
ہے۔

مارکو پولو رون وسطیٰ کے سیاحوں میں سواحل ہند کی سیاحت کے لئے مارکو پولو Marco
F بھی خاص شہرت رکھتا ہے۔ اس نے ۶۴۸ھ/۱۲۵۰ء سے ۶۹۰ھ/۱۲۹۱ء تک تقریباً چالیس سال
کے سارے ممالک کی سیاحت میں صرف کئے ہیں۔ سلطان غیاث الدین بلبن ۶۶۴ھ/۱۲۶۵ء
۶۸۶ھ/۱۲۸۶ء کے عہد میں چین کی طرف سے ملیبار میں آیا اور یہاں کے شہروں سے کولم، کاری اور ہیلی
مارادی کی سیاحت کی۔ اس کا بیان ہے کہ ان شہروں میں دنیا بھر کے جہاز تجارت کے لئے
آیا کرتے ہیں اور یہاں سے فلفل، زنجبیل، نارجیل، نوفل وغیرہ عدن، ظفار اور مصر و عرب کے
دوسرے شہروں میں جایا کرتی ہیں۔

ابن بطوطہ ابن بطوطہ ساتویں صدی کا مشہور سیاح ہے۔ اس نے ہندوستان کی سیاحت کے بعد
۷۴۲ھ/۱۳۴۲ء سے ۷۴۵ھ/۱۳۴۴ء تک تقریباً تین سال سواحل ہند پر گزارے ہیں۔ اس دوران میں گوا سے
کولم تک ملیبار کا تمام ملک اس نے دیکھا ہے اور یہاں کے حالات اس تفصیل کے ساتھ بیان
کئے ہیں کہ آج بھی ان پر کسی قسم کا اضافہ مشکل سے ہو سکتا ہے۔
سلطان محمد بن تغلق نے ۷۴۳ھ/۱۳۴۲ء میں ابن بطوطہ کو سفیر بنا کر جاہ و حشم کے ساتھ چین کی جانب

---

[1] عجائب الہند

[2] عجائب الہند۔ ص ۹۲ – ۱۲۰

روانہ کیا۔ یہ جماعت دلی سے روانہ ہو کر کنبھایت پہونچی وہاں سے بندرگاہ قندھار میں آ کر جہاز پہ سوار ہوئی۔ پانچ دن کے بعد جہازوں نے سنداپور میں لنگر ڈالا۔ یہ مقام ملیبار کی سرحد پر واقع ہے۔ یہاں سے ابن بطوطہ نے ملیبار میں داخل ہو کر ہناور، باسرور، منجرور، ہیلی، جرفتن، دہفتن، بدفتن، فندرینہ[۱]، کالی کوٹ، کنجی گری، کولم اور شالیات کی سیاحت کی اس کے بعد کالی کوٹ میں آ کر مالدیپ کی جانب چلا گیا۔

سلیمان تاجر کا سفرنامہ

سلیمان تاجر کا سفرنامہ فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ موسیو رینو Reinaud نے ۱۸۱۱ء میں بمقام پیرس طبع کرایا ہے۔ بزرگ بن شہریار کی عجائب الہند پروفیسر وان ورلیتھ Von Der Lith نے ۱۸۸۳ء میں لیڈن میں چھپوائی ہے۔ ڈیویک Devic نے اس کا ترجمہ فرانسیسی میں کیا ہے جو ۱۸۸۶ء میں طبع ہوا ہے۔

مارکوپولو کا سفرنامہ

سفرنامہ مارکوپولو کے مخطوطہ کو پروفیسر نوردنشیلڈ Nordenshield نے عکس کے ذریعے سے ۱۸۸۳ء میں بمقام اسٹوکھام طبع کرایا ہے۔ انگریزی میں اس کے متعدد ترجمے ہوئے ہیں لیکن ان میں سر ہنری یول Sir Hinry Yule کا ترجمہ زیادہ مشہور ہے یہ ترجمہ ۱۸۷۱ء اور ۱۸۰۳ء میں دوبارہ طبع ہوا ہے۔

ابن بطوطہ کا سفرنامہ

ابن بطوطہ کے سفرنامہ کو ڈیفرمری Defremery اور گن گونیٹی Sanguenetti نے فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ ۱۸۷۷ء میں پیرس میں چھپوایا ہے۔ اس کا وہ حصہ جو ہندوستان و چین سے تعلق رکھتا ہے وان مزیک Von Mizk نے جرمن میں ترجمہ کیا ہے جو ۱۹۱۲ء میں برلن میں طبع ہوا ہے۔ ہیگ Haig نے سندھ کے حالات انگریزی میں ترجمہ کئے ہیں جو ۱۸۸۷ء میں لندن میں طبع ہوئے ہیں۔ لی Lee کا انگریزی ترجمہ جو اورینٹل ٹرانسلیشن فنڈ کی طرف سے ۱۸۲۹ء میں شائع ہوا ہے ناقص اور نامکمل خلاصہ ہے۔

۱۔ قلمی نسخہ۔

(۱۱)

ملیبار میں ابن بطوطہ کی سیاحت[۱]

اس شہر سے چل کر تین دن کے بعد ہم جزیرہ سنداپور میں پہنچے اس کے وسط میں دو شہر ہیں ایک پرانا ہے جو ہندوؤں کے وقت کا آباد کیا ہوا ہے۔ دوسرا شہر مسلمانوں نے اس وقت آباد کیا تھا جس وقت انھوں نے اس جزیرہ کو پہلی بار فتح کیا۔ اس میں ایک بڑی جامع مسجد ہے جو بغداد کی مسجدوں کی ہم شکل ہے۔ ناخدا حسن نے جو سلطان جمال الدین محمد ہنوری کا والد ہے اسے تعمیر کیا ہے۔ جزیرہ سنداپور

سنداپور سے روانہ ہو کر دوسرے دن صبح کو ہنور میں پہنچے۔ یہ شہر ایک بڑی کھاڑی پر واقع ہے۔ یہاں کے باشندے شافعی مذہب کے پابند، دیندار، نیک بخت اور بحری طاقت کے لئے نہایت مشہور ہیں۔ اس شہر کے عابدوں میں سے شیخ محمد ناگوری ہیں وہ اپنا کھانا آپ پکاتے ہیں تاکہ غلام اور لونڈی کے ناپاک ہاتھ نہ لگیں۔ فقیہ اسمٰعیل جو کلام اللہ پڑھاتے ہیں نہایت پرہیزگار، خوش خلق اور فیاض آدمی ہیں۔ نورالدین علی شہر کا قاضی ہے۔ یہاں کی عورتیں خوبصورت اور باعفت ہوتی ہیں اور ان کی یہ خصوصیت ہے کہ سب کی سب حافظ قرآن ہیں۔ شہر میں تیرہ مکتب لڑکیوں کے لئے اور تیئیس لڑکوں کے لئے قائم ہیں۔ یہاں کے باشندے فقط بحری تجارت سے گزارہ کرتے ہیں۔ زراعت نہیں کرتے۔ یہاں کا حاکم سلطان جمال الدین ہے۔ ملیبار کے لوگ بھی اس کو کچھ معین خراج دیتے ہیں۔ کیوں کہ اس کے پاس ہناور

---

[۱] یہ بیان غیر ضروری باتوں کو حذف کرنے کے بعد خاص ابن بطوطہ کے سفرنامہ کے اردو ترجمہ سے ماخوذ ہے۔

بحری طاقت بہت بڑی ہے۔ اس کے علاوہ چھ ہزار پیادے اور سوار بھی رکھتا ہے۔

ملیبار — ہنور سے چل کر ہم تین دن کے بعد ملیبار کی سرحد میں پہونچے، یہ وہ ملک ہے جہاں سیاہ مرچ پیدا ہوتی ہے۔ اس کا طول دو مہینے کا راستہ ہے اور دریا کے کنارے کنارے سندابور سے کولم تک چلا گیا ہے۔ سڑک پر برابر دو رویہ درخت ہیں۔ پھر نصف میل کے بعد ایک لکڑی کا مکان آتا ہے جس میں ہر مسافر خواہ ہندو ہو یا مسلمان آرام کرتا ہے اور ہر ایک گھر کے پاس ایک کنواں ہے جس پر ایک ہندو پانی پلاتا ہے۔

باسرور — ملیبار کا سب سے پہلا شہر جس میں ہم داخل ہوئے ابی سرور تھا۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر ایک بڑی کھاڑی کے کنارے پر ہے۔ یہاں ناریل کے درخت بہت ہیں مسلمانوں میں سب سے زیادہ بڑا آدمی وہاں شیخ جمعہ ہے جو ابی ستہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ شخص بڑا سخی ہے۔ اپنا مال و اسباب سب فقیروں اور مسکینوں پر خرچ کر دیا ہے (یہاں سے روانہ ہو کر)

فاکنور — دو دن کے بعد ہم فاکنور کے شہر میں پہونچے۔ یہ بھی ایک کھاڑی پر واقع ہے۔ یہاں پونڈا بہت عمدہ ہوتا ہے۔ جس کا نظیر اس ملک میں کہیں نہیں ہوتا۔ اس شہر میں بہت سے مسلمان ہیں ان میں سب سے بڑا حسین سلاط ہے جو اس شہر کا قاضی اور خطیب بھی ہے حسین سلاط نے ایک مسجد جامع بھی وہاں بنوائی ہے۔ اس شہر کے راجہ کا نام باسدیو ہے۔ تین جنگی جہاز اس کے پاس ہیں۔ لیکن ان سب کا افسر ایک مسلمان ہے (یہاں سے روانہ ہو کر)

منجلور — تین دن کے بعد ہم منجرور (منگلور) میں پہونچے۔ یہ بڑا شہر ہے۔ اور اس میں فارس اور یمن کے سوداگر کثرت سے آتے ہیں۔ یہاں چار ہزار کے قریب مسلمان رہتے ہیں۔ ان کی آبادی شہر کے باہر ایک طرف ہے۔ اس شہر میں شافعی مذہب کا ایک قاضی بھی ہے جس کا نام بدرالدین معبری ہے وہ تعلیم بھی دیتا ہے۔

ہیلی — اس کے بعد ہم ہیلی کی طرف چلے اور دو دن میں وہاں پہونچے۔ یہ بھی بڑا شہر ہے اور اس میں عمدہ عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ یہاں چین کے بڑے بڑے جہاز بھی آتے ہیں جو سوائے کالیکٹ

کولم اور ہیلی کے کسی اور جگہ نہیں ٹھہر سکتے۔ ہیلی کو ہندو اور مسلمان دونوں متبرک سمجھتے ہیں کیونکہ اُس میں ایک جامع مسجد ہے جو برکت والی مشہور ہے۔ جہازوں کے سوار ہونے والے خیر و عافیت پہونچنے کے لئے اس جامع مسجد کی نذر مانتے ہیں اور بڑی بڑی نذریں چڑھاتے ہیں خطیب حسین اور حسن وزان کے ماتحت اس کا خزانہ ہے۔ یہ حسن وزان وہاں کے مسلمانوں میں سب سے بڑا آدمی ہے۔ اس مسجد میں طالب علموں کو بھی سبق پڑھاتے ہیں اور ان کے لئے روزینہ بھی مقرر ہے۔ اس کے نیچے میں ایک باورچی خانہ بھی ہے۔ جس میں ہر مسافر اور مسلمان فقیر کو کھانا دیا جاتا ہے۔

جرفتن۔ ہیلی سے چل کر ہم جرفتن پہونچے۔ وہ ہیلی سے فقط دس فرسنگ ہے۔ اس شہر کے راجہ کا نام کویل ہے وہ ملیبار کے بڑے راجاؤں میں سے ہے۔ اس کے پاس بہت سے جہاز ہیں جو عمان اور فارس اور یمن میں تجارت کے لئے جاتے ہیں۔ یہاں دستور ہے کہ جب کوئی مسافر مرجاتا ہے تو اس کے پاس خواہ ہزاروں کا مال ہو وہ کسی مسلمان کے پاس امانت رکھدیا جاتا ہے اور جب تک کوئی شرعی وارث نہ آئے اس میں کوئی تصرف نہیں کرسکتا۔

دہفتن۔ جرفتن سے ہم دہ فتن پہونچے۔ یہ بڑا شہر ہے دریا کے کنارے بستا ہے۔ اس میں باغات بکثرت ہیں۔ ناریل، سیاہ مرچ، چھالیہ اور پان بہت ہوتے ہیں۔ کیلہ تو اس کثرت اور ارزانی کے ساتھ میں نے کسی ملک میں نہیں دیکھا ہے۔ اس شہر میں ایک بڑا کنواں ہے۔ اس کا طول پانسو قدم عرض تین سو قدم ہے۔ سرخ رنگ کے ترشے ہوئے پتھر سے بنا ہوا ہے۔ اس کے کناروں پر اٹھائیس گنبد بڑے بڑے ہیں۔ ہر ایک گنبد میں چار نشست گاہیں بنی ہوئی ہیں۔ کنوئیں کے مقابل مسجد جامع ہے۔ مسجد سے سیڑھیاں کوئیں میں اُترنے کے لئے بنی ہیں اور لوگ نیچے جاکر وضو اور غسل کیا کرتے ہیں۔ فقیہ حسین نے مجھ سے ذکر کیا تھا کہ اس مسجد اور کوئیں کو راجہ کاپل کے دادا نے تعمیر کیا ہے جس نے اسلام قبول کرلیا تھا اور پکا مسلمان تھا۔

بدفتن۔ اس کے بعد ہم شہر بدپٹن میں گئے۔ یہ بھی ایک بڑا شہر ہے اور ایک بڑے دریا کے کنارے

آباد ہے۔ سمندر کے کنارے پر ایک مسجد بنی ہوئی ہے اُس میں مسلمان مسافر ٹھیرتے ہیں۔ کیوں کہ اس شہر میں کوئی مسلمان نہیں ہے۔ اس شہر کا بندرگاہ نہایت خوب صورت ہے۔ پانی بہت شیریں ہے چھالیہ بکثرت پیدا ہوتی ہے اور یہاں سے چین اور ہندوستان کو اُسے لے جاتے ہیں۔

فندرینا — ہر پٹن سے چل کر ہم فندرینہ پہونچے۔ یہ بھی ایک بڑا شہر ہے۔ بازار اور باغات اُس میں بکثرت ہیں۔ اُس میں مسلمانوں کے تین محلے ہیں۔ ہر محلہ میں مسجد ہے اور جامع مسجد سمندر کے کنارہ پر ہے اُس میں سمندر کی طرف نشست گاہیں بنی ہوئی ہیں جہاں سے عجیب نظارہ ہوتا ہے۔ اس شہر کا قاضی و خطیب عمّان کا رہنے والا ہے اور اُس کا بھائی بھی جو بڑا فاضل ہے یہیں رہتا ہے۔ اس شہر میں چین کے جہاز گرمی میں ٹھیرتے ہیں۔

کالی کوٹ — فندرینہ سے چل کر ہم شہر کالی کوٹ میں پہونچے۔ ملیبار میں یہ بہت بڑا بندرگاہ ہے۔ چین، جاوا، سیلان، مالدیپ، یمن اور فارس کے سوداگر یہاں آتے ہیں۔ بلکہ تمام دنیا کے سوداگر یہاں جمع ہوتے ہیں۔ اس کا بندرگاہ دنیا کے بڑے بندروں سے ہے۔ یہاں کا راجہ ہندو ہے جس کو سامری کہتے ہیں۔ یہ بھی اُسی طرح داڑھی منڈواتا ہے جیسا کہ اس شہر کے رہنے والے فرنگی داڑھی منڈواتے ہیں۔ امیر التجار کا نام ابراہیم شاہ بندر ہے وہ بحرین کا باشندہ ہے۔ بڑا عالم اور سخی ہے۔ اطراف عالم کے سوداگر جمع ہو کر اُس کے دسترخوان پر کھانا کھاتے ہیں۔ اس شہر کا قاضی فخرالدین عثمان بھی بڑا سخی ہے۔ خانقاہ کا شیخ شہاب الدین گازرونی ہے۔ جو اشخاص چین اور ہندوستان میں شیخ ابو اسحاق گازرونی کی منت مانتے ہیں وہ اسی کو نذر دیتے ہیں۔ ناخدا مثقال بھی اسی شہر میں رہتا ہے۔ یہ شخص بہت مشہور اور مالدار ہے اُس کے جہاز ہندوستان، چین اور یمن فارس میں تجارت کے لئے آیا جایا کرتے ہیں۔

کنجی گری — کالی کوٹ سے روانہ ہو کر پانچویں دن ہم کنجی گری میں پہونچے۔ وہ پہاڑ کی چوٹی پر ہے اُس میں یہودی رہتے ہیں۔ یہاں کا راجہ علیحدہ ہے اور وہ کولم کے راجہ کو جزیہ دیتا ہے۔

کولم — یہاں سے روانہ ہو کر دسویں دن ہم کولم میں پہونچے۔ ملیبار میں یہ شہر سب سے زیادہ

خوب صورت ہے۔ بازار بہت اچھے ہیں۔ یہاں کے سوداگر بڑے مالدار ہیں بعض سوداگر جہاز کا جہاز بھرا خرید لیتے ہیں اور اپنے گھر میں تجارت کے لئے ڈال رکھتے ہیں مسلمان سوداگر بھی اس شہر میں کثرت سے ہیں۔ اُن میں سب سے بڑا علاء الدین آوجی ہے وہ شہر آوہ کا رہنے والا شیعہ ہے۔ اُس کے ساتھی بھی اسی طریقہ کے پیرو ہیں۔ اس شہر کا قاضی قزوین کا ایک فاضل ہے۔ مسلمانوں میں بہت بڑا آدمی محمد شاہ بندر ہے۔ اُس کا بھائی تقی الدین بھی بڑا فاضل ہے۔ اس شہر کی جامع مسجد بھی عجیب ہے۔ اسے خواجہ مہذب نے تعمیر کرایا ہے۔ یہ شہر ملیبار کے شہروں میں چین سے سب سے زیادہ قریب ہے۔ اس لئے چین کے بہت سے آدمی یہاں سفر کرکے آتے ہیں مسلمانوں کی اس شہر میں بہت عزت ہے راجہ کا نام تیمبرردی ہے وہ بھی مسلمانوں کی نہایت تعظیم کرتا ہے۔

کولم سے ہم جہاز پر سوار ہو کر ہنور، فاکنور، منجرور، ہیلی، جرفتن، دہ فتن، بد پین، فندرینہ کالی کوٹ میں پھرتے ہوئے شالیات میں پہونچے۔ یہ شہر بھی بہت خوب صورت ہے اس میں کپڑا بہت اچھا بنتا ہے۔ جو اسی شہر کی طرف منسوب ہے۔ میں نے اس شہر میں بہت دن قیام کیا۔ پھر یہاں سے کالی کوٹ میں واپس آکر وہاں سے مالدیپ کی جانب چلا گیا۔

---

(۱۲)

ملیبار میں سلطان شاہرخ کا سفیر[1]

امیر تیمور کی وفات (۸۰۷ھ ۱۴۰۴ء) کے بعد اُس کا فرزند سلطان شاہرخ مرزا خراسان میں برسرِ حکومت ہوا تو اُس کی حکومت ترکستان سے عراق تک تمام ایران و خراسان میں پھیلی ہوئی تھی اور اطرافِ عالم کے بادشاہ اُس کے جاہ و جلال کا اعتراف کیا کرتے تھے۔ جونپور کے

---

[1] یہ تمام بیان الیٹ کی تاریخ ہندوستان سے ماخوذ ہے۔ ج ۴۔ ص ۹۹۔ ۹۸۔ ۱۰۳

بادشاہ سلطان شمس الدین ابراہیم (۸۰۳ھ/۱۴۰۰ء تا ۸۴۴ھ/۱۴۴۰ء) نے بنگالہ پر پے بہ پے یورشیں شروع کیں تو شاہانِ بنگالہ نے تنگ ہو کر سلطان شاہرخ مرزا سے اس کی شکایت کی۔ شاہرخ نے شیخ الاسلام خواجہ کریم الدین ابو المکارم جامی کو جونپور میں سلطان ابراہیم کے یہاں روانہ کیا۔ تاکہ شاہانِ بنگالہ اور سلطان ابراہیم کے درمیان مصالحت کرادیں۔ صلح کے بعد شیخ الاسلام جون پور سے بنگالہ پہونچے۔ وہاں سے بنگالہ کے ایلچی کو ساتھ لے کر براہِ سمندر ایران کی جانب مراجعت کی۔ سرندیپ سے گزرنے کے بعد طوفان کا سامنا ہوا جس سے محفوظ رہنے کے لئے جہاز کو کالی کوٹ پر لنگر انداز کیا۔ یہاں شیخ الاسلام اور ایلچی نے سامری سے ملاقات کی اور اسے جب ان کے ہندوستان آنے کی وجہ معلوم ہوئی تو اس نے بھی شاہرخ سے تعلقات قائم کرنے کا ارادہ کیا اور خواجہ مسعود کو جو بہت بڑے عالم و فاضل تھے تحائف و ہدایا دے کر ان کے ساتھ کر دیا اور شاہرخ سے خواہش کی کہ کالی کوٹ میں مسلمان کثرت سے رہتے ہیں اور ان کے مساجد میں جمعہ اور عیدین کو خطبہ بھی پڑھا جاتا ہے اگر آپ اجازت دیں تو خطبہ میں آپ کا نام شامل کر دیا جائے گا۔

خواجہ مسعود نے شیخ الاسلام کے ساتھ ہرات میں آکر شاہرخ کے دربار میں باریابی حاصل کی۔ اس کا جواب ادا کرنے کے لئے شاہرخ نے خواجہ کمال الدین عبدالرزاق سمرقندی کو سفیر مقرر کیا اور وہ ۸۴۶ھ/۱۴۴۲ء میں ہرات سے روانہ ہو کر گیارہ مہینے کے بعد کالی کوٹ پہونچا۔ شاہرخ نے سامری کے لئے ایک عربی گھوڑا، پوستین کا زردوزی جبہ، کلاہِ نوروزی اور بہت سے بیش بہا ہدیئے بھیجے تھے۔ عبدالرزاق نے وہ سب پیش کئے۔ اس کے بعد تقریباً پانچ مہینے کالی کوٹ میں مقیم رہا۔ اس اثنا میں عبدالرزاق کے آنے کی خبر بیجانگر کے راجہ دیو رائے کو معلوم ہوئی تو سامری کے توسط سے عبدالرزاق کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ عبدالرزاق کالی کوٹ سے براہِ سمندر روانہ ہو کر منگلور پہونچا۔ وہاں سے پندرہ یوم کی مسافت طے کرنے کے بعد بیجانگر میں وارد ہوا۔ راجہ سے ملاقات کی آٹھ مہینے کے بعد ۱۲ شعبان ۸۴۷ھ/۱۴۴۳ء کو

بیجانگر سے نکلا راجہ نے اپنے دو سفیر اس کے ساتھ کر دیئے۔ یہ لوگ بندر باکنور سے جہاز پر سوار ہوئے اور ایک سال کے بعد ۱۵ رمضان ۸۴۸ھ (۱۴۴۴) کو ہرات میں پہونچے۔ بیجانگر کے سفیر جب ہرات سے واپس ہوئے تو شاہرخ نے مولانا ناصرالدین نصراللہ جنابدی کو سفیر بنا کر ان کے ساتھ دیو راے کے یہاں روانہ کیا۔

کالی کوٹ میں پانچ مہینے تک عبدالرزاق کا قیام رہا۔ اس عرصہ میں اس نے یہاں کے جو کچھ حالات دیکھے ہیں وہ سب اپنی تاریخ "مطلع السعدین" میں تحریر کئے ہیں اور ان کا خلاصہ یہ ہے:-

"کالی کوٹ ایک آباد و معمور بندرگاہ ہے۔ اس میں حبش۔ زنجبار۔ زیرباد[1]۔ مکہ اور بلادِ حجاز کے بے شمار تاجر مقیم ہیں۔ دنیا کے ہر ملک کی نفیس اشیاء اس جگہ فروخت ہوتی ہیں۔ شہر میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد آباد ہے۔ ان لوگوں نے راجہ کی اجازت سے دو جامع مسجد بھی بنائی ہیں جہاں پابندی کے ساتھ اذان و صلوٰۃ ہوا کرتی ہے۔ راجہ نے مسلمانوں کے لئے ایک قاضی بھی مقرر کر دیا ہے۔ یہاں کے مسلمان زیادہ تر شافعی مذہب کے پیرو ہیں۔ شہر میں ہر طرح کا امن و امان ہے۔ تاجر جہازوں سے لاکر اپنا مال و اسباب بازاروں میں ڈال دیتے ہیں۔ جس کی حفاظت حکومت کی طرف سے ہوا کرتی ہے اور اس میں رتی برابر تصرف نہیں ہوتا ہے۔ جب تمام سامان فروخت ہو جاتا ہے تو منافع کا چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ کے لیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور محصول نہیں لیا جاتا۔ اگر کوئی سوداگر مرجاتا ہے یا کسی کی کشتی طوفان کے باعث تباہ ہو کر بندرگاہ پہ آجاتی ہے تو اس کے مال میں بھی کسی قسم کی خیانت نہیں کی جاتی ہے بلکہ اس کا وارث جب آتا ہے تو وہ تمام اسباب اس کے حوالہ کر دیا جاتا ہے۔ کالی کوٹ سے جو جہاز عرب اور عدن وغیرہ کو روانہ ہوتے ہیں ان میں عموماً سیاہ مرچ بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ کالی کوٹ والے دریائی سفر میں بڑے

[1] زیرباد: اہل فارس ان بلاد کو زیرباد کہتے ہیں جو ہندوستان کے سمندر میں فارس کے نیچے اور بجانب مشرق ہندوستان کے اطراف میں واقع ہیں مثلاً مالابیپ، لکادیپ، سرندیپ، مالاکا، بنگالہ، مرتبان، پیگو، انکوبار وغیرہ

مشّاق اور تیز و چالاک ہوتے ہیں۔ اس لئے انھیں "چینی بچہ" کا لقب دیا گیا ہے۔"

---

(۱۴)

ملیبار کے دو مسلمان مصنف[۱]

ملیبار کے جنوبی قطعات میں کالی کوٹ کے نیچے ایک شہر فنان آباد ہے۔ وہ صدیوں تک مسلمانانِ ملیبار کا علمی اور مذہبی مرکز بنا رہا۔ نویں صدی کے اوایل ایّام میں علماے مشائخ کے ایک زبردست خاندان نے اس مقام میں بود و باش اختیار کی۔ یہ خاندان عام طور پر "مخادیم فنانیہ" کے لقب سے مشہور ہے۔ اس کے بعض اراکین نے یہاں ایک خانقاہ اور مدرسہ بھی تعمیر کرایا ہے جو اس وقت تک موجود ہے۔ پرتگیزی اقتدار سے پہلے اس خانقاہ میں عرب و عجم کے مشائخ صوفیہ بارہا آیا جایا کرتے تھے۔ مدرسہ میں عربی کے جملہ علوم و فنون کی تعلیم دی جاتی تھی بعض مقامی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ شہاب الدین ابن حجر المکی (المتولد ۹۰۹ھ/۱۵۰۳ء والمتوفی ۹۷۴ھ/۱۵۶۶ء) بھی جب ملیبار میں رونق افروز ہوئے تو اسی خانقاہ میں مقیم ہوئے تھے اور زمانۂ قیام میں یہ روزانہ مدرسہ میں تشریف فرما ہو کر تفسیر و حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ خاندان مخادیم فنانیہ

مخادیم فنانیہ کے جدِ اعلیٰ علی بن احمد المعبری تھے۔ معبران کا وطن تھا۔ وہاں سے ملیبار میں اکثر شہر کوشن (کوچین) میں مقیم ہوئے۔ پھر یہ خاندان قاضی زین الدین ابراہیم بن احمد المعبری کے ہمراہ وہاں سے نقلِ مقام کر کے فنان (پونان) میں آیا اور اس جگہ مستقل سکونت

---

[۱] اس مضمون کے لکھنے میں کتب ذیل سے مدد لی گئی ہے۔ جرجی زیدان کی آداب اللغۃ العربیہ۔ ج ۳۔ ص ۳۴ و ۵۲۔ بروکلمن کی ادبیات عربیہ جلد ۲۔ ص ۴۱۶۔ فانڈیک کی کتاب اکتفاء القنوع۔ ص ۱۶۱ و ۴۹۹۔ فہرست کتب خانہ خدیویہ جلد پنجم ص ۲۵۰۔ زین الدین کی مسالک الاتقیا۔ مارلی کی منظومات تاریخی ص ۱۳۰۔ ریو کی فہرست برٹش میوزیم ج ۲۔ ص ۲۲۴۔ آڈلا ٹڈ کی فہرست انڈیا آفس ص ۲۱۴

اختیار کرلی۔

شیخ علی بن احمد المعبری کے فرزند زین الدین ابویحییٰ ۱۳ شعبان ۸۷۲ھ/۱۴۶۸ء کو پنجشنبہ کے روز طلوع آفتاب کے بعد کوشن میں پیدا ہوئے۔ فنان میں آنے کے بعد ہوش سنبھالا اور اسی جگہ صرف ونحو اور فقہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد شیخ شہاب الدین احمد بن عثمان الیمنی سے تفسیر و حدیث کو حاصل کیا۔ اس زمانہ میں کالی کوٹ مسلمانانِ ملیبار کا مرکز تھا اور یہاں بڑے بڑے اربابِ فضل و کمال جمع تھے۔ شیخ زین الدین تحصیل علم کے لئے وطن سے نکل کر کالی کوٹ میں آئے اور قاضی فخر الدین ابوبکر بن قاضی رمضان الشالیاتی سے جو دیار ملیبار کے امام اور قاضی القضات تھے۔ فقہ و اصول فقہ کی تکمیل کی۔ پھر قاضی عبدالرحمٰن الادمی المصری کے حلقۂ درس میں شریک ہوکر روایت حدیث کی اجازت لی۔ یہ بزرگ اس زمانہ کے ائمۂ حدیث سے تھے اور انھوں نے شیخ شمس الدین الجوجری، شیخ زکریا انصاری اور شیخ کمال الدین محمد بن ابی شریف جیسے مشاہیر سے انھوں نے علم حدیث کو حاصل کیا تھا۔

شیخ زین الدین کو علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی میں بھی کمال حاصل تھا۔ آپ سب سے پہلے شیخ جلیل خواجہ قطب الدین بن خواجہ عزالدین چشتی کے مرید ہوئے جو شیخ الشیوخ خواجہ فرید الدین اجودہنی کی اولاد سے تھے اور ان سے قادریہ اور چشتیہ دونوں طریق میں خلافت حاصل کی۔ اس کے بعد شیخ طریقت ثابت بن عیسی بن محمود الزاہدی سے بیعت فرمائی اور ان سے تبلیغ و تلقین کی اجازت بھی لی۔

شیخ زین الدین نے جمعہ کی شب کو نصف شب گزرنے کے بعد ۱۷ شعبان ۹۲۸ھ/۱۵۲۱ء کو انتقال فرمایا اور اپنی خانقاہ میں جو فنان میں واقع ہے مدفون ہوئے۔ آپ کی قبر اس وقت بھی موجود اور زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

آپ نے بہت سی کتب مفیدہ اور قصائد نافعہ تصنیف فرمائے ہیں۔

(۱) مرشد الطلاب ۔ تصوف میں کبیر الحجم کتاب ہے۔

(۲) سراج القلوب۔ اس میں آن کوائف کا تذکرہ ہے جو موت کے بعد انسان پر گزرتے ہیں۔

(۳) شمس الھدیٰ۔ اس میں وعظ و تذکیر جمع کئے ہیں۔

(۴) تحفۃ الاحباء۔ اس میں حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اذکار و ادعیہ کو حذف اسانید کے بعد جمع کیا ہے۔

(۵) ارشاد القاصدین۔ امام حجۃ الاسلام محمد بن محمد غزالی کی کتاب منہاج العابدین کا خلاصہ ہے۔

(۶) شعب الایمان۔ علامہ سید نورالدین الایجی کی تصنیف کی ہوئی اسی نام کی فارسی کتاب کو عربی میں ترجمہ کیا ہے۔

(۷) کفایۃ الفرائض۔ امام صبروفی کی کتاب الکافی فی الفرائض کا خلاصہ

(۸) کتاب الصفا من الشفاء۔ قاضی عیاض المالکی کی کتاب الشفا کا خلاصہ ہے۔

(۹) تسہیل الکافیہ۔ ابن حاجب کے کافیہ کی شرح ہے۔

ان کے علاوہ ابن مالک کے الفیہ ابن الوردی کے تحفہ اور ابن المقری کے ارشاد پر مبسوط حواشی لکھے ہیں۔

ایک متوسط کتاب قصص الانبیا پر لکھی ہے جس میں حضرت آدم صفی اللہ سے حضرت داؤد علیہم السلام تک مشہور انبیا کا تذکرہ ہے۔ ایک اور کتاب مواعظ و مجالس کے طور پر سیرۃ النبی میں مدون فرما رہے تھے نصف سے زیادہ حصہ لکھا جاچکا تھا کہ ان کا انتقال ہوگیا اور کتاب ناتمام رہ گئی۔

آپ کے منظومات سے تین قصاید زیادہ مشہور و مقبول ہیں۔

(۱) ھدایۃ الاذکیا الی طریق الاولیا۔ تصوف میں ہے۔

(۲) ارجوزۃ۔ یہ بھی تصوف میں ہے۔

(۳) تحریض اھل الایمان علی جھاد عبدۃ الصلبان۔ اس میں ابتدائ

ملیبار میں پرتگیزوں کے آنے اور مسلمانوں پر ظلم وستم برپا کرنے کا بیان ہے۔ اس کے بعد اُن کے
خلاف جہاد کرنے کی ترغیب و تحریص دلائی ہے۔

هداية الاذكيا۔ بلادِ عرب اور مشرقی جزائر میں نہایت مقبول ہوا ہے۔ اس پر
متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں۔ سب سے پہلے مصنف کے فرزند نے اس کی ایک شرح لکھی اور اسے
ارشاد الالبا کے نام سے موسوم کیا۔ یہ شرح مختصر تھی۔ اس لئے اس کے بعد ایک اور مبسوط شرح
مسلک الاتقیا کے نام سے مدوّن کی اور اسے یکم محرم ۹۹۳ھ / ۱۵۸۵ء کو فنان میں تمام کیا۔ پہلی شرح کا
مخطوطہ حیدرآباد کے کتب خانہ میں (فن تصوف نمبر ۱۵۰۹) محفوظ ہے۔ دوسری شرح ۱۲۹۳ھ
میں بولاق مصر میں چھپ گئی ہے۔

گزشتہ صدی میں اسی قصیدے کی ایک شرح مکہ معظمہ میں اور دوسری جاوہ میں تصنیف
ہوئی ہے۔ پہلی کا نام کفایۃ الاتقیا فی منہاج الاصفیا ہے۔ اس کے مصنف شیخ عارف باللہ سید
ابوبکر بن سید محمد شطاء الدمیاطی نزیل مکہ معظمہ ہیں اور یہ ۱۳۰۲ھ میں مصر میں چھپی ہے۔ دوسری
شرح کو جس کا نام سالم الفضلا ہے۔ محمد نووی الجاوی نے تصنیف کیا ہے اور یہ بھی ۱۳۱۲ھ میں
قاہرہ میں طبع ہوئی ہے۔

شیخ زین الدین بن علی المعبری کے پوتے شیخ زین الدین بن عبدالعزیز بن زین الدین
المعبری فنان میں پیدا ہوئے اور اسی جگہ ۹۹۱ھ / ۱۵۸۳ء کے بعد انہوں نے انتقال کیا۔ شیخ شہاب الدین احمد
بن حجر المکی کے شاگرد تھے ان کی تصنیفات سے دو کتابیں زیادہ مشہور ہیں۔

(۱) فتح المعین۔ شیخ عبداللہ بن محمد بن علی السنقوری خطیب جامع ازہر کی کتاب قرۃ العین
فی مہمات الدین کی شرح ہے اور ۹۸۲ھ / ۱۵۷۴ء میں اختتام کو پہونچی ہے۔ اس میں فقہ شافعیہ کے مسائل مہمہ
مذکور ہیں۔ یہ شرح عرب اور مشرقی جزائر کے شافعی عربوں میں نہایت مقبول ہوئی ہے اور اس پر
عرب کے اکثر علماء نے حواشی لکھے ہیں۔ من جملہ اُن کے دو حاشیے بہت مشہور ہیں۔

(۱) ترشیح المستفید بن علی فتح المعین۔ اسے ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں سید احمد علوی السقاف نے

لکھا ہے اور دو جلدوں میں مصر میں طبع ہوا ہے۔

(۲) اعانۃ الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین ۔ شیخ عارف باللہ سید ابی بکر البکری ابن سید محمد شطا الدمیاطی نے ۲۳ شوال سنہ ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء کو بمقام مکہ معظمہ یہ حاشیہ تمام کیا ہے۔ چار جلدوں میں مصر القاہرہ میں چھپا ہے۔

(۳) تحفۃ المجاہدین فی بعض اخبار البرتکالیین ۔ اس میں مصنف نے اپنے وطن ملیبار کے تاریخی حالات بیان کئے ہیں۔ کتاب ابواب پر منقسم ہے۔ پہلے باب میں جہاد کے احکام ہیں۔ دوسرے باب میں مسلمانوں کے ملیبار میں آنے اور اسلام کے اشاعت پانے کا تذکرہ ہے۔ تیسرے باب میں ہندو اقوام کے عادات و رسوم مذکور ہیں۔ چوتھے باب میں پرتگیزوں کے ملیبار میں آنے اور یہاں کے بعض مقامات پر قابض ہو کر اپنے اقتدار کو قائم کرنے کی تاریخ لکھی ہے۔ آخر الذکر بیان کتاب کے دو ثلث اجزا پر پھیلا ہوا ہے۔ جس کی ابتدا سنہ ۹۰۴ھ / ۱۴۹۸ء سے ہوئی ہے اور سنہ ۹۹۱ھ / ۱۵۸۳ء کے اختتام تک ستاسی (۸۷) سال کے واقعات خوب شرح و بسط کے ساتھ تحریر کئے ہیں۔

یہ کتاب شہنشاہ اکبر (سنہ ۹۶۳ھ / ۱۵۵۵ء تا ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء) کے اواسط عہد میں تصنیف ہوئی ہے۔ مصنف نے چوں کہ پرتگیزوں کے عروج کا زمانہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس لئے ان کے متعلق عینی مشاہدات اور ثقہ مسموعات قلم بند کئے ہیں اور اس موضوع پر ہندوستانی تصنیفات میں سب سے پہلی کتاب ہے۔ مصنف نے اس کا دیباچہ سلطان علی عادل شاہ اول والئ بیجاپور کے نام پر لکھا ہے۔ جس نے سنہ ۹۶۵ھ / ۱۵۵۷ء سے سنہ ۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء تک بیجاپور میں حکومت کی ہے۔ لیکن اس کا اختتام سلطان کی وفات کے تقریباً تین سال بعد سنہ ۹۹۱ھ میں ہوا ہے۔

تحفۃ المجاہدین نے یورپ میں خاص شہرت حاصل کی ہے۔ اس کے ترجمے انگریزی اور پرتگیزی زبانوں میں ہو گئے ہیں۔ میجر رولینڈسن J. Rowland Son نے جو مدراس کے تواضع؟ ینٹ جارج میں فارسی زبان کا مترجم تھا۔ کامل کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جو اورینٹل ٹرانسلیشن فنڈ (Oriental Translation Fund (

کی طرف سے ۱۸۳۳ء میں بمقام لنڈن طبع ہوا ہے۔ پروفیسر ڈیوڈ لوپز D. Lopes نے صرف پرتگیزوں کے حالات پرتگیزی زبان میں ترجمے کئے اور اسے ۱۸۹۸ء میں لزبن میں چھپوایا ہے اور اس کا حسب ذیل نام رکھا ہے:

Historia Des Portagueses no Malabar.

مشہور حکیم و مورخ محمد قاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ کے گیارہویں مقالہ میں تحفۃ المجاہدین کا ناقص خلاصہ درج کیا ہے جس کو اینڈرسن Ander son نے چند حواشی کے ساتھ انگریزی میں ترجمہ کر کے تذکرہ ملیبار Accont of Malabar کے عنوان سے ۱۸۸۶ء میں کلکتہ کے رسالہ ایشیاٹک مسلینی Asiatic Miscellany میں چھپوایا ہے۔ علاوہ ازیں جیمس برگس J. Briggs نے انگریزی میں اور نول کشور پریس نے اردو میں تاریخ فرشتہ کے جو ترجمے شائع کئے ہیں ان میں بھی یہ حصہ موجود ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ کا فارسی ایڈیشن طبع بمبئی جلد دوم۔ صفحہ ۱۰ ۔ طبع کانپور جلد دوم صفحہ ۳۶۸ ۔ اردو ترجمہ طبع کانپور ۱۹۰۵ء جلد دوم۔ صفحہ ۴۸۸ ۔ برگس کا انگریزی ترجمہ طبع لنڈن ۱۹۲۹ء جلد چہارم صفحہ ۵۳۱۔

(۱۴)

لاری سکہ

فارس اور کرمان کے مابین جو ملک واقع ہے اسے ولایت شبانکارہ کہتے ہیں اس کا وہ علاقہ جو سمندر سے ملا ہوا ہے لارستان کہلاتا ہے لارستان کا مستقر حکومت لار ہے اور اسی سے منسوب ہو کر تمام ملک اس نام سے موسوم ہو گیا ہے یہاں کے باشندے عموماً تجارت پیشہ

اور بحری سفر میں نہایت مشتاق ہیں[1]۔ ہجرت کی ابتدائی صدیوں میں سندھ سے سرندیپ تک ہندوستان کے تمام سواحل پر کثرت کے ساتھ ان کے جہاز آمدورفت کیا کرتے تھے اور اس بارے میں اُنھوں نے اس قدر عروج حاصل کرلیا تھا کہ ان سواحل کا تمام سمندر ان سے منسوب ہوکر بحر لاریان کہلاتا تھا[2]۔

سلاجقۂ اعظم کی تباہی کے بعد ایران میں ملوک الطوائف کا بازار گرم ہوگیا۔ اس ہنگامہ میں ایک چھوٹی سی حکومت لار میں بھی قائم ہوگئی۔ امین رازی نے جہان آرا کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس حکومت کا آغاز چھٹی صدی کے اواسط میں ہوا اور ۹۴۰ھ/۱۵۳۳ء تک اس خاندان کے تیرہ بادشاہ لار میں حکومت کرتے رہے[3]۔

ان بادشاہوں نے جو سکے مضروب کرائے تھے وہ لاری کہلاتے تھے۔ ایک اٹالین سیّاح پیٹرو ڈی لاوال Pietro Della Valle (۱۰۲۳ھ/۱۶۱۴ء تا ۱۰۳۶ھ/۱۶۲۷ء) نے بیان کیا ہے کہ یہ سکے عام سکوں کے مانند نہ تو مدوّر تھے نہ مربع بلکہ ان کی صورت چپٹی سلاخ کے مثل ہوا کرتی تھی۔ ان کے دونوں کناروں پر ضرب کی علامت ثبت کرنے کے بعد موڑ کر دوہرا کردیا جاتا تھا۔

فرانسیسی سیاح ٹیورنیر Tavernier (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰ء تا ۱۰۷۸ھ/۱۶۶۷ء) کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سکہ خلیج فارس سے سیلان تک عرب اور ہندوستان کے تمام بنادر اور جزائر میں عام طور پر رائج تھا۔ بحری تجار لین دین میں اس کے سوا دوسرا سکہ قبول نہیں کیا کرتے تھے۔

لاری سکہ بہمنیوں کے زمانہ سے دکن میں رائج ہوا ہے اور مورخ فرشتہ کی بعض

۱؎ نزہۃ القلوب ۱۲

۲؎ عجائب الہند۔

۳؎ ہفت اقلیم۔ اقلیم سوم درضمن تذکرۂ لار ۱۲

تصریحات سے اس کا پتا چلتا ہے ۸۸۶ھ/۱۴۸۱ء میں سلطان محمد شاہ بہمنی (۸۶۷ھ/۱۴۶۳ء تا ۸۸۷ھ/۱۴۸۲ء) نے خواجہ محمود گاوان کو قتل کرادیا تو خزانچی سے اندوختہ کی کیفیت دریافت کی۔ خزانچی نے بیان کیا کہ خواجہ کے یہاں دو خزانے رہتے ہیں۔ ایک شاہی خزانہ ہے جس کی رقم سے گھوڑے، ہاتھی اور سپاہیوں کے اخراجات کی سربراہی کی جاتی ہے۔ اس میں ایک ہزار لاری اور تین ہزار ہن موجود ہیں۔ دوسرا خیراتی خزانہ ہے اس کی رقم محتاج اور مساکین کے ضروریات میں صرف کی جاتی ہے۔ اس میں تین سو لاری کی ایک تھیلی رکھی ہوئی ہے[1]

ہرموز لارستان کا مشہور بندرگاہ ہے۔ یہاں کے حکام نے جور و بیداد کو شروع کیا تو رئیس التجار محمد نورالدین کی اغوا سے گوا کے پرتگیزوں نے آکر شہر پر قبضہ کرلیا۔ اس کی وجہ سے ایران کی تجارت بھی پرتگیزوں کے ہاتھ میں آگئی[2] لین دین میں چوں کہ لاری سکہ کو رواج تھا۔ اس لئے انھوں نے بھی ہرمز بن لاری کے سکے مضروب کرائے۔ لیکن ان کا نقش جس کو شاہانِ لار نے مقرر کیا تھا تبدیل نہیں کیا۔ بلکہ ایک کونہ میں لاطینی کا حرف M بطور علامت کے زیادہ کردیا جس سے پرتگال کے بادشاہ مینول ثانی کی جانب اشارہ ہے۔

کوکن کا بندرگاہ والی سلاطین بیجاپور کے قبضہ میں تھا۔ اس زمانہ میں یہاں کی بحری تجارت کمال عروج پر تھی۔ اس لئے سلاطین بیجاپور نے بھی اپنے یہاں لاری سکے مضروب کرائے تھے۔ ان کی شکل وصورت اصلی سکوں کے بالکل مشابہ تھی لیکن انھوں نے لاری بادشاہوں کے عوض اپنا نام ان پر ثبت کرادیا تھا۔ یہ سکے اس وقت بھی کوکن میں بعض وقت مل جاتے ہیں اور ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علی عادل شاہ اول کے عہد میں مضروب ہوئے ہیں۔ جو ۹۶۵ھ/۱۵۵۷ء سے ۹۸۸ھ/۱۵۸۰ء تک بیجاپور میں برسرحکومت رہا ہے۔ ان پر ایک جانب "ابوالمظفر علی عادل شاہ" اور دوسری جانب "ضرب لاری دانگے" مسکوک ہے اور

---

[1] تاریخ فرشتہ۔ ج ۲ - ص ۳۵۹

[2] ہفت اقلیم۔ درضمن تذکرہ ہرموز

اس کا وزن زیادہ سے زیادہ چھپتر گرین اور کم سے کم اکتھر گرین پایا گیا ہے۔ اس بنا پر ڈھائی لاری کی قیمت ایک مغلیہ روپیہ کے مساوی معین کی جاسکتی ہے۔

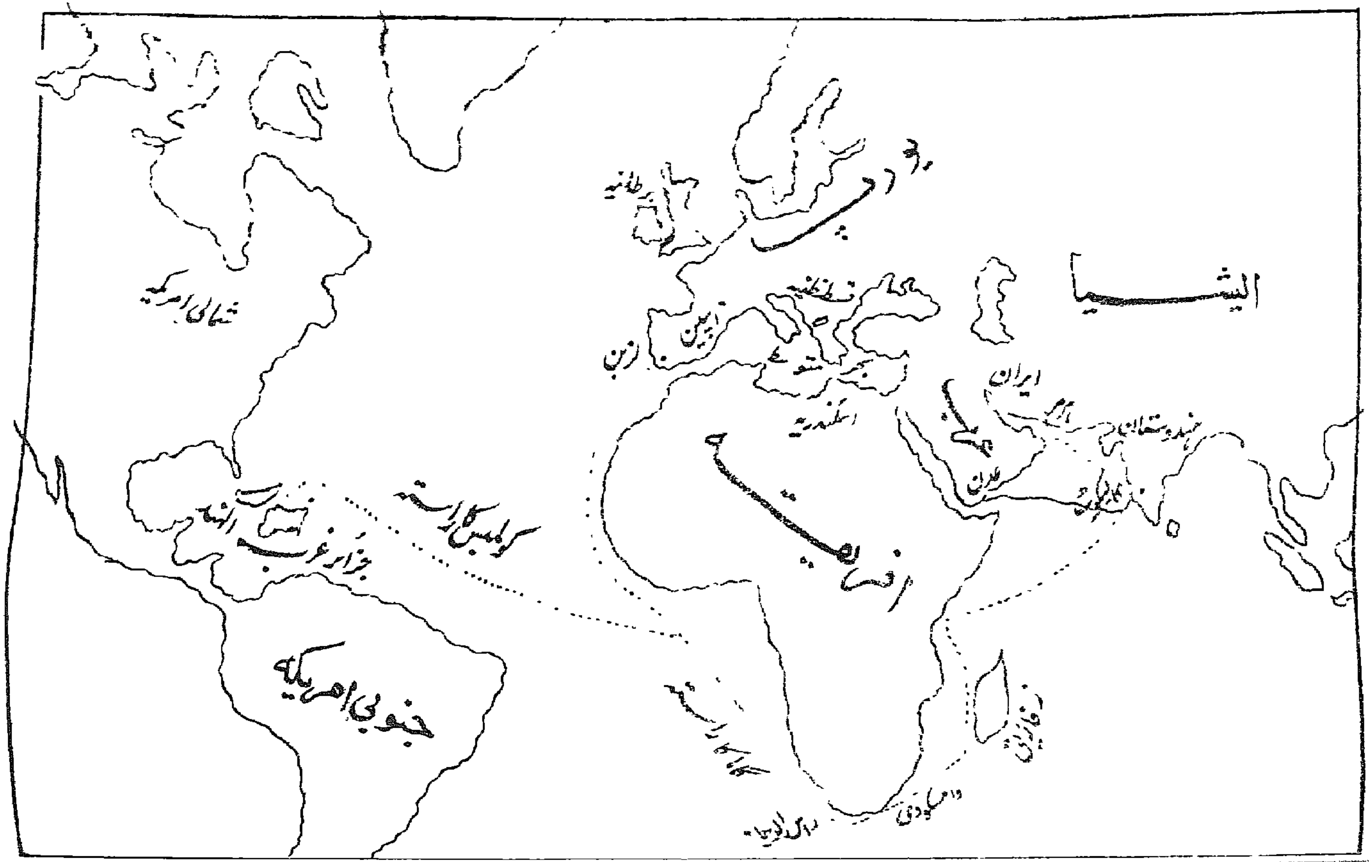
بعض پرتگیزی سیاحوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ کالی کوٹ، کوچین اور سیلان کے راجہ بھی ان سکوں کو ضرورت کے وقت مضروب کرلیا کرتے تھے اور ان ممالک کے بحری تجارت میں اٹھارہویں صدی عیسوی کے خاتمہ تک عام طور پر اس کا رواج تھا لیکن جب انگریزی سکہ مروج ہوا تو اس کا استعمال متروک ہوگیا

---

(۱۵)

ساحلِ ملیبار پر پرتگیزوں کا اقتدار

اہلِ یورپ صدیوں سے ہندوستان کے عجائبات اور یہاں کی دولت مندی اور زرخیزی کے تذکرے سنا کرتے تھے اور جب مارکوپولو (Marco Polo) نے اپنے سفر سے واپس ہوکر ان تمام باتوں کی تصدیق کی تو ان کو بھی ہندوستان تک پہونچنے کی ہوس دامن گیر ہوئی۔ اس زمانہ میں ہندوستان کی آمد و رفت بحرِ احمر اور خلیجِ فارس سے ہوا کرتی تھی لیکن یہ ممالک مسلمانوں کے قبضہ میں تھے اور یہاں سے گزر کر ہندوستان تک پہونچنا اہلِ یورپ کے لئے دشوار تھا۔ اس لئے انھوں نے ہندوستان تک ایک جدید راستہ کو تلاش کرنا شروع کیا اور افریقہ کے مغربی ساحل سے گزر کر ہندوستان تک پہونچنے کے لئے کوشاں رہے۔ سنہ ۸۹۱ھ / ۱۴۸۶ء میں ایک پرتگالی جہازران بارتھولومیو ڈیاز (Bartholomew Dias) پرتگال کے بندرگاہ لزبن سے روانہ ہوکر افریقہ کے کنارے کنارے سفر کرتا ہوا انتہائے جنوب تک چلا گیا۔ جہاں اسے ایک شدید طوفان سے سابقہ ہوا



ایشیا
یورپ
برطانیہ
لزبن
اسپین
قسطنطنیہ
بحر متوسط
اسکندریہ
ایران
عرب
عدن
ہندوستان
افریقہ
شمالی امریکہ
جنوبی امریکہ
جزائر غرب الہند
کولمبس کا راستہ
واسکوڈی

اور اس مصیبت سے نجات پانے کے بعد اس کا جہاز جب ایک راس پر لنگر انداز ہوا تو اس نے اس کا نام راس الطوفان Cape of Storm رکھا اور یہاں سے بے نیل مرام وطن کو واپس چلا آیا۔ یہ کیفیت جب شاہ پرتگال کو معلوم ہوئی تو اس نے راس کو راس الرجا Cape of Good-Hope کے نام سے موسوم کیا۔ کیوں کہ اسے امید تھی کہ اس مقام سے ہندوستان تک پہونچنے کا راستہ آسانی کے ساتھ مل جائے گا۔

اس واقعہ کے چار سال بعد ۸۹۸ھ ۱۴۹۲ء میں شاہ اسپین کی جانب سے ہندوستان کا راستہ تلاش کرنے کے لئے کرسٹوفر کولمبس Christpher Columbus روانہ ہوا لیکن ہندوستان آنے کی بجائے امریکہ پہونچ گیا اور اس جدوجہد میں اہل یورپ کو ایک جدید دنیا کا علم حاصل ہوگیا۔

اس کے چھ سال بعد ۹۰۴ھ ۱۴۹۸ء میں پرتگال سے واسکوڈی گاما Vacro De Gama کی مہم روانہ ہوئی۔ یہ مہم راس الرجا سے گزر کر جزیرہ زقازیق Madagascar میں پہونچی۔ جہاں واسکوڈی گاما کو ایک مسلمان جہاز راں مل گیا اور اس کی رہنمائی سے اس کے جہاز نے ہندوستان تک آکر ساحل ملیبار پر لنگر ڈالا۔ اس تاریخ سے اہل یورپ کو ہندوستان کا راستہ معلوم ہوگیا اور ان کے تعلقات ہندوستانیوں کے ساتھ بلاواسطہ قائم ہوگئے۔

واسکوڈی گاما چار چھوٹے چھوٹے جہاز لے کر جس میں ایک سو ساٹھ آدمی سوار تھے لزبن سے روانہ ہوا۔ دس مہینے نو دن کی طویل مسافرت کے بعد ۲۰ رمضان ۹۰۳ھ (۱۱ مئی ۱۴۹۸ء) کو ساحل ملیبار کے بندر قندریہ میں پہونچا اور وہاں سے کالی کوٹ میں آکر تقریباً ڈیڑھ سال مقیم رہا۔ اس عرصہ میں ملک کے حالات سے واقفیت حاصل کی۔ باشندوں سے دوستانہ تعلقات قائم کئے۔ اس کے بعد وطن کی جانب واپس ہوا اور دو برس دو مہینے کے بعد ۲۲ محرم ۹۰۵ھ (۲۹ اگست ۱۴۹۹ء) کو لزبن پہونچا۔

اس کے بعد شاہ پرتگال نے ۹۰۶ھ ۱۵۰۰ء میں تیرہ جہاز ہندوستان کی جانب روانہ کئے کابرال Cabral ان جہازوں کا افسر تھا اور اس میں تیرہ سو آدمی سوار تھے۔ یہ لوگ ۱۸ صفر ۹۰۶ھ (۱۳ ستمبر ۱۵۰۰ء) کو کالی کوٹ میں آئے۔ تجارتی کاروبار کا آغاز کیا اور سامری سے کہا کہ اگر ان ممالک میں عربوں کی تجارت روک دی جائے تو ہم اُن سے زیادہ نفع پہونچا سکتے ہیں لیکن سامری نے یہ شرط قبول نہیں کی تو ان میں اور کالی کوٹ والوں میں لڑائی ہوگئی۔ پرتگیز شہر پر گولے برساتے ہوئے کوچین کو چلے گئے اور وہاں کے راجہ سے تعلقات مستحکم کرکے سامان تجارت مہیا کرنے کے بعد وطن کی جانب مراجعت کی۔

سامری نے جب دیکھا کہ راجہ کوچین نے پرتگیزوں کو پناہ دی ہے تو اس نے کوچین پر فوج کشی کی طرفین میں لڑائی ہوئی راجہ کوچین نے ہزیمت اُٹھاکر جزیرہ وائی پین میں پناہ لی۔ اسی دوران میں پرتگیزی جہازوں کا ایک بیڑا آیا۔ اس نے کوچین کے راجہ کی حمایت کی اور اُسے کوچین میں واپس لاکر از سر نو حکومت پر قائم کیا۔ اس کوشش کے صلہ میں راجہ کوچین نے بمقام کوچین قلعہ بنانے کی اجازت دیدی۔ ہندوستان میں یہ سب سے پہلا قلعہ ہے جسے پرتگیزوں نے تعمیر کیا۔

۹۱۰ھ ۱۵۰۵ء میں پرتگیزوں نے المیڈا Francisco De Ahneidal کو ہندوستان بھیجا اور اسے اس علاقہ کا والسرائے بنایا حالانکہ اس وقت ہندوستان میں چپہ بھر زمین بھی ان کے تصرف میں نہیں تھی۔ اس نے ساحل ملیبار پر آکر کوچین میں سکونت اختیار کی۔ مسلمانوں کو سیاہ مرچ کی تجارت سے مانع ہوا اور ان کے تجارتی جہازوں کی جو عرب و عجم کی طرف جایا کرتے تھے مزاحمت شروع کی۔ یہ امر مسلمانوں اور سامری دونوں کو ناگوار گزرا اور انھوں نے پرتگیزوں کی مدافعت کے لئے شاہان گجرات و بیجاپور اور سلطان مصر سے امداد چاہی۔ اس زمانہ تک ہندوستانی اجناس کی تجارت کا مرکز یورپ میں وینس تھا۔ وینس والے ان اجناس کو مصریوں کے ذریعے سے حاصل کیا کرتے تھے۔ جب وینس والوں نے محسوس کیا

کہ پرتگیزوں کی وجہ سے اُن کی تجارت خطرہ میں آرہی ہے تو اُنھوں نے بھی اہلِ مصر کو ان کے استیصال کی ترغیب دی اور جہاز سازی کا اس قدر سامان اپنے یہاں سے دیا کہ بارہ جنگی جہاز تیار ہو گئے۔[1]

اس زمانہ میں ملک اشرف ابو نصر قانصو (۹۰۶ھ / ۱۵۰۰ء – ۹۲۲ھ / ۱۵۱۶ء) مصر میں اور سلطان محمود (۸۶۳ھ / ۱۴۵۸ء – ۹۱۷ھ / ۱۵۱۱ء) گجرات میں حکمراں تھے۔ اہلِ مصر کے تیرہ جہاز گجرات میں آکر دیو پر لنگر انداز ہوئے۔ وہاں سے چیول میں آکر پرتگیزوں سے مقابلہ کیا۔ اہلِ مصر کامیاب ہو کر دیو میں واپس چلے آئے۔ اس اثنا میں سامری نے بھی چالیس جہاز بھیجے، گجرات کا بیڑا بھی تیار ہو گیا۔ المیڈا بھی بڑے اہتمام کے ساتھ کنانور سے نکلا۔ سب سے پہلے دابل میں آکر قتلِ عام کیا۔ وہاں سے روانہ ہو کر دیو پہونچا جہاں سخت مقابلہ ہوا۔ مصریوں نے شکست پائی۔ گجرات کے امیر البحر ملک ایاز نے صلح کرلی۔ پرتگیز اس مہم سے واپس ہوتے ہوئے کالی کوٹ میں آئے۔ اور وہاں کی جامع مسجد کو جسے ناخدا مثقال نے تعمیر کیا تھا جلا کر خاکِ سیاہ کر دیا۔ یہاں سے پونانی میں لوٹ مار کرتے ہوئے کولم میں آپہونچے اور یہاں بھی اپنے لئے ایک قلعہ تعمیر کیا۔

اسی زمانہ میں البوقرق Afon so De Albuquerque ہندوستان کا گورنر مقرر ہوا۔ اس نے سب سے پہلے پرتگیزوں کے لئے ایک محفوظ مرکز بنانے کی کوشش کی۔ گوا۔ ملیبار اور گجرات دونوں کے مابین ساحل کے عین وسط میں واقع تھا۔ اس لئے البوقرق کو یہ مقام پسند آیا اور اس نے معمولی کوشش کے بعد اس پر قبضہ کر لیا۔ یہ مقام سلطنت بیجاپور کے علاقہ میں تھا۔ عادل شاہ کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو اس نے فوراً گوا میں آکر البوقرق کو نکال دیا اور اپنے ایک امیر کو یہاں کا حاکم بنا کر واپس چلا آیا۔ ۹۱۶ھ / ۱۵۱۰ء میں یوسف عادل شاہ کا انتقال ہو گیا اور اس کے عوض ایک خُرد سال لڑکا اسمٰعیل عادل شاہ برسرِ حکومت ہوا۔ اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر البوقرق نے گوا پر پھر حملہ کیا اور ایک شدید معرکے کے بعد بیسیوں مسلمانوں کو

---

[1] موسیو سیدیلو کی تاریخ العرب طبع مصر۔ ص ۲۷۲ و ۲۷۳

چھ ہزار آدمی مارے گئے شہر پر قبضہ کرلیا۔ یہ واقعہ یکم دسمبر ۹۱۶ھ / ۱۵۱۰ء کا ہے اور اس وقت سے آج تک یہ شہر اُن کے قبضہ میں ہے۔

اس کے بعد مسلمان تجارتی کاروبار سے معطل ہونے لگے۔ پرتگیزوں کی قوت سواحلِ ہند پر روز بروز بڑھتی گئی اور ان کے جہاز ملیبار سے گزر کر سراندیپ اور مشرقی جزائر سے ہوتے ہوئے چین تک پہونچ گئے۔ شمال میں خلیج فارس کے بندروں تک ان کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہوگیا۔

ہمایوں بادشاہ نے جب گجرات کا رخ کیا تو یہاں کے بادشاہ سلطان بہادر شاہ (۹۳۲ھ / ۱۵۲۶ء – ۹۴۳ھ / ۱۵۳۶ء) نے پرتگیزوں سے امداد چاہی اس تقریب سے پرتگیز جب گجرات میں پہونچے تو سلطان سے بمبئی اور مہائم میں اپنی کوٹھیاں قائم کرنے کی اجازت لے لی اور یہاں سے دیو میں آکر اس پر بھی قبضہ کرلیا۔ سلطان نے پرتگیزوں کے کپتان کو حقیقتِ حال معلوم کرنے کے لئے اپنے یہاں بلایا لیکن اس نے بیماری کا عذر کردیا۔ اس پر سلطان اپنے مصاحبین کے ساتھ کشتی میں سوار ہوکر خود بندر دیو میں پہونچا اور جب وہاں سے واپس ہونے لگا تو کشتی پر سوار ہوتے وقت پرتگیزوں نے اُسے مار کر دریا میں ڈال دیا۔ یہ واقعہ ۱۳ رمضان ۹۴۳ھ / ۱۵۳۶ء کا ہے۔[1]

سلطان بہادر کی شہادت کے بعد اہلِ گجرات کی توجہ دلانے پر روم کے سلطان سلیمان خاں (۹۲۶ھ / ۱۵۲۰ء – ۹۷۴ھ / ۱۵۶۶ء) نے ایک مہم مصر سے روانہ کی تاکہ گجرات سے پرتگیزوں کا استیصال کرے اس مہم میں تین سو جہاز اور سات ہزار ترکی سپاہی تھے۔ یہ لوگ عدن کو تسخیر کرتے ہوئے دیو پہنچے۔ جزیرہ کا محاصرہ کیا۔ آٹھ مہینے تک جنگ ہوتی رہی لیکن اس اثنا میں ترکوں کا ذخیرہ ختم ہوگیا۔ اہلِ گجرات سے رسد کا انتظام نہ ہوسکا جس کے باعث یہ لوگ مجبور ہوکر

۱؎ تحفۃ المجاہدین قسم چہارم فصل ہفتم۔ مراۃ سکندری۔ ص ۲۵۸۔ تاریخ فرشتہ ج ۲ ۔ ص ۲۷۴

مصر کی جانب واپس ہو گئے۔[لہ]

اس زمانہ میں گوا اور دیو پر پرتگیزوں کا مستقل قبضہ تھا۔ سوائے اس کے کوچین، کنانور، کوطم، دابل اور ایسے ہی دو چار اور بستیوں میں انھوں نے اپنی تجارتی کوٹھیاں بنا لی تھیں۔ اس کے سوائے ملک میں کسی جگہ بھی ان کا قبضہ نہیں تھا لیکن وہ ان بحری مقبوضات کے باعث اپنے آپ کو مشرقی ممالک کا بادشاہ سمجھتے تھے اور انھیں پاپائے روم نے "مشرقی سمندروں کا شہنشاہ اور عرب، ہندوستان کا فاتح" خطاب دے رکھا تھا۔

پرتگیز جس مقام پر بھی جاتے شہروں میں لوٹ مار کرتے، مکانوں کو جلاتے، مساجد و معابد کو گراتے، باشندوں کو جبراً عیسائی بناتے ورنہ بڑی بڑی تکلیفیں دے کر ذلیل و رسوا کیا کرتے تھے۔ ان باتوں سے دکن کے سلاطین بھی واقف ہو گئے تھے۔ ۹۷۲ھ/۱۵۶۴ء میں ان بادشاہوں نے باہم اتفاق کر کے بیجانگر کی عظیم الشان سلطنت کو تباہ کر دیا تو پرتگیزوں کی جانب رجوع ہوئے۔ راتی گونڈہ چول کے قریب نظام شاہی علاقہ کا ایک بندر تھا۔ پرتگیزوں نے کچھ عرصہ سے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ اسی طرح گوا بھی انھوں نے عادل شاہیوں سے لیا تھا۔ اس وقت ان دونوں نے ان شہروں کو واپس لینے کا ارادہ کیا۔ ۹۶۹ھ/۱۵۶۱ء میں مرتضیٰ نظام شاہ (۹۷۲ھ تا ۹۹۶ھ / ۱۵۶۵ء تا ۱۵۸۸ء) کی فوج نے راتی گونڈہ کا محاصرہ کیا۔ علی عادل شاہ (۹۶۵ھ تا ۹۸۸ھ / ۱۵۵۷ء تا ۱۵۷۹ء) کی فوج ادھونی فتح کرنے کے بعد گوا کی جانب متوجہ ہوئی۔ راتی گونڈہ پر دو برس اور گوا پر دس مہینے محاصرہ رہا۔ پرتگیز توپ و تفنگ سے کام لیا کرتے تھے اور ان کی رسد جہازوں کے ذریعہ باآسانی آیا کرتی تھی۔ اس لئے ان کا کوئی نقصان نہیں ہوا اور مسلمانوں نے اس کوشش کو بے فائدہ سمجھا تو محاصرہ اٹھا کر کرناٹک اور کنٹر میں دوسرے علاقوں کی تسخیر کے لئے متوجہ ہو گئے۔

پرتگیزوں کی تجارت سلطنت بیجانگر کے باعث کمال عروج پر پہنچی تھی۔ عرب و ایران اور

لہ تحفۃ المجاہدین قسم چہارم فصل ہشتم - تاریخ فرشتہ ج ۲ - ص ۱۹۵

بلادِ یورپ سے جس قدر اسباب لاتے وہ سب بیجا نگر میں صرف ہو جاتا تھا۔ ساسیٹی Saassetti
اور کوٹو Couto نے بیان کیا ہے کہ اس تجارت سے پرتگیزوں کو بارہ
پندرہ لاکھ ڈیوک کا منافعہ ہوا کرتا تھا اور اس میں سے پانچ لاکھ طلائی پیگوڈے ہر سال
پرتگال کو روانہ کئے جاتے تھے۔ پیگوڈا اس زمانہ میں ساڑھے سات تنکہ کے مساوی تھا۔
سلطنت بیجا نگر جب تباہ ہو گئی تو پرتگیزوں کی تجارت میں بھی زوال آگیا اور گھٹتے گھٹتے
ان کا منافع چھ ہزار ڈیوک تک رہ گیا

گیارہویں صدی کے ابتدائی زمانہ میں ہالینڈ کے باشندوں نے اسپین کے تسلط سے
آزادی حاصل کی۔ اس کے بعد بحری طاقت مہیا کر کے مشرقی ممالک میں پرتگیزوں کے
مدمقابل بن گئے۔ ان کے جہازوں نے راس امید کو عبور کر کے ۱۰۰۵ھ ۱۵۹۶ء سے ہندوستان تک
آمد و رفت شروع کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پرتگیزی اقتدار کو انحطاط ہونے لگا۔ پچاس سال کے
اندر اندر ساحل کے تمام مقبوضات ان کے قبضے سے نکل گئے۔ صرف گوا اور ڈیو پر قبضہ
رہ گیا جو اس وقت تک قائم ہے۔

---

(۱۶)

وقائع مہمہ

قبل ہجرت	قبل مسیح	
	۹۹۲	حضرت سلیمانؑ کی بحری مہم ساحل ملیبار پر وارد ہوئی۔
	۹۱۴	بنی اسرائیل کے بادشاہ یہوسفط نے ملیبار کی جانب روانہ کرنے کے لئے ترسیس جہازوں کی مہم تیار کی

قبل ہجرت　قبل مسیح

٢٥٦ء　راجہ اشوک کا کتبہ (جس میں چیرا اور پانڈیا خاندان کا ذکر ہے) منقوش ہوا۔

٢٠ء　رومی قیصر آگسٹس نے مصر فتح کیا

بعد مسیح

٢٣ء　رومی مصنف پلینی پیدا ہوا۔

٤٨ء　رومیوں کا جہاز مصر سے روانہ ہو کر پہلی مرتبہ ساحل ملیبار پر لنگر انداز ہوا۔

٥٢ء　مقدس تھوما ساحل ملیبار پر بمقام کرنگانور جہاز سے اترا۔

سنہ　رومی جغرافیہ نویس بطلیموس فوت ہوا۔

٢٦٠ء　مانک بھاشکر نے ملیبار کے دو عیسائی خاندانوں کو ہندو بنایا۔

٥٣٠ء　یمن میں یہودیوں اور نصرانیوں کا مناظرہ ہوا۔ یہودی عرب سے نقل مقام کر کے ساحل ملیبار پر متوطن ہو گئے۔

٥٤٥ء　کاسماس نے اپنا جغرافیہ تصنیف کیا۔

بعد ہجرت

١٠ھ　٦٣١ء　یمن اور حضرموت کے ساحلی باشندوں نے اسلام قبول کیا

٨١ھ　٧٠٠ء　ساحلِ ملیبار پر سریانی عیسائیوں کا پہلوی کتبہ مکتوب ہوا۔

٨٦ھ　٧٠٥ء　سرندیپ میں مسلمان آباد پائے گئے۔

٢١٠ھ　٨٢٥ء　چیرومن پیرومال مسلمان ہونے کے بعد ملیبار سے جانب عرب روانہ ہوا۔

سامری خاندان کی بنیاد قائم ہوئی۔

بعد ہجرت	بعد مسیح	
٢١٢ھ	٨٢٧ء	چیرومن پیرومال ساحل عرب پر جہاز سے اُترا۔
٢١٦ھ	٨٣١ء	چیرومن پیرومال نے ساحلِ عرب پر بمقام ظفار انتقال کیا۔
٢١٨ھ	٨٣٣ء	چیرومن پیرومال کی وصیت کے مطابق مالک بن دینار، مالک بن حبیب اور اُن کے اہل وعیال اشاعتِ اسلام کے لئے ملیبار میں وارد ہوئے۔
٢٢٠ھ	٨٣٥ء	مالک بن دینار اور مالک بن حبیب نے ملیبار سے جانبِ عرب سفر کیا۔
٢٢١ھ	٨٣٦ء	مالک بن دینار عرب سے جانبِ خراسان روانہ ہوئے۔ مالک بن حبیب نے عرب سے جانبِ ملیبار مراجعت کی۔
٢٣٧ھ	٨٥١ء	سلیمان تاجر ساحلِ عرب سے جہاز پر سوار ہو کر ملیبار سے گزرتا ہوا جانبِ چین روانہ ہوا۔
٢٦٦ھ	٨٧٩ء	ابن خردادبہ نے کتاب المسالک والممالک لکھی اور اُس میں ملیبار کا ذکر ملی کے نام سے کیا۔
٣٠٤ھ	٩١٦ء	مورخ مسعودی نے انتقال کیا۔
٣٠٦ھ	٩١٨ء	عربوں کے تین جہاز سیراف سے جانب ہند روانہ ہو کر صیمور کے قریب طوفان سے تباہ ہو گئے۔
٤٠٤ھ	١٠١٣ء	سے پہلے بزرگ بن شہریار کی کتاب عجائب الہند تصنیف ہوئی۔
٥٠٠ھ	١١٠٦ء	کے قریب خاندان علی راجا کی بنیاد کنانور میں پڑی۔
٥٤٨ھ	١١٥٣ء	شریف ادریسی نے اپنا جغرافیہ لکھا اور اُس میں پہلی مرتبہ ملیبار کا لفظ استعمال کیا۔
٦٢٦ھ	١٢٢٨ء	مشہور جغرافیہ نویس یاقوت حموی نے انتقال کیا۔

بعد ہجرت	بعد مسیح	
۶۶۴ھ	۱۲۶۵ء	مارکو پولو مشہور سیاح نے ساحل معبر و ملیبار کا سفر کیا۔
۷۱۰ھ	۱۳۱۰ء	مورخ رشید الدین فضل اللہ ہمدانی نے انتقال کیا۔
۷۲۰ھ	۱۳۲۰ء	مورخ ابو الفدا نے انتقال کیا۔
۷۴۲ھ	۱۳۴۲ء	ابن بطوطہ نے ملیبار کا سفر کیا۔
۸۴۸ھ	۱۴۴۴ء	عبد الرزاق سمرقندی سفیر سلطان شاہ رخ مرزا کالی کوٹ میں وارد ہوا
۸۷۳ھ	۱۴۶۸ء	ابو یحییٰ زین الدین معبری کوچین میں تولد ہوئے۔
۸۹۱ھ	۱۴۸۶ء	بارتھالومیو دیاز نے راس الرجا دریافت کیا۔
۸۹۸ھ	۱۴۹۲ء	کرسٹوفر کولمبس نے امریکہ دریافت کیا۔
۹۰۳ھ	۱۴۹۷ء	واسکوڈی گاما نے پہلے پہل سواحل پر آکر ملیبار میں جہاز سے اترا۔
۹۰۶ھ	۱۵۰۰ء	پرتگال سے کابرال تیرہ جہاز لے کر ملیبار میں وارد ہوا۔
۹۱۰ھ	۱۵۰۵ء	بادشاہ پرتگال نے المیڈا کو سواحل ہند کا گورنر مقرر کیا۔
۹۱۳ھ	۱۵۰۷ء	ملک اشرف قانصو سلطان مصر اور پرتگیزوں کے مابین ساحل ہند پر بحری لڑائی ہوئی
۹۱۴ھ	۱۵۰۸ء	باربوسا سیاح ساحل ملیبار پر وارد ہوا
۹۱۵ھ	۱۵۰۹ء	البوقرق سواحل ہند کا گورنر مقرر ہوا۔
۹۱۶ھ	۱۵۱۰ء	البوقرق نے گوا پر مستقل قبضہ حاصل کیا
۹۲۸ھ	۱۵۲۱ء	ابو یحییٰ زین الدین معبری نے پونانی میں انتقال کیا۔
۹۴۳ھ	۱۵۳۶ء	پرتگیزوں نے سلطان بہادر گجراتی کو مار کر دریا میں ڈال دیا۔
۹۴۵ھ	۱۵۳۸ء	سلطان سلیمان والی روم نے پرتگیزوں کے خلاف مصر سے ڈیو واقع گجرات پر حملہ کیا۔

بعد ہجرت	بعد مسیح	
٩٥٢ھ	١٥٤٥ء	پرتگیزوں نے کنانور کے سردار ابوبکر علی اور اس کے خسر کنج صوفی کو مار ڈالا
٩٥٤ھ	١٥٤٧ء	کوہ سینٹ تھامس پر رومن کیتھولک فرقہ کا کلیسا تعمیر ہوا۔
٩٦٠ھ	١٥٥٢ء	پرتگیزوں نے علی راجہ کے مقبوضہ جزائر ملیبار پر حملہ کیا۔
٩٧٢ھ	١٥٦٤ء	سلطنت بیجانگر تباہ ہوئی۔
٩٧٩ھ	١٥٧١ء	مرتضیٰ نظام شاہ نے رانی گونڈہ کا اور علی عادل شاہ نے گوا کا محاصرہ کیا
٩٨٣ھ	١٥٧٥ء	شیخ زین الدین بن عبدالعزیز معبری نے فتح المعین تصنیف کی۔
٩٩١ھ	١٥٨٣ء	شیخ زین الدین موصوف نے تحفۃ المجاہدین تصنیف کی۔
٩٩٣ھ	١٥٨٥ء	شیخ زین الدین موصوف نے مسالک الانقیا تمام کی۔
١٠٠٥ھ	١٥٩٦ء	ولندیزوں کے جہازوں نے راس الرجا کو عبور کرکے سواحل ہند تک آنا جانا شروع کیا۔
١٠١٥ھ	١٦٠٦ء	مورخ فرشتہ نے اپنی تاریخ تصنیف کی
١٠٥٠ھ	١٦٤٠ء	ٹیورنیر فرانسیسی سیاح گوا میں وارد ہوا۔
١٠٧١ھ	١٦٦٠ء	تھیونو فرانسیسی سیاح ساحل ملیبار پر وارد ہوا
١١٧٥ھ	١٧٦١ء	کے قریب علی راجا کنانور کے راجہ کا جانشین قرار پایا۔
١١٨٠ھ	١٧٦٦ء	نایروں اور مسلمانوں کے مابین لڑائی ہوئی۔ حیدر علی نے کنانور اور کالی کوٹ فتح کیا۔ ساموری کی حکومت ختم ہوگئی
١١٨١ھ	١٧٦٧ء	میر حسین علی نے نشان حیدری تصنیف کی۔
١٢٠٧ھ	١٧٩٢ء	ملیبار کو انگریزوں نے ٹیپو سلطان کے قبضہ سے حاصل کیا
١٢٤٩ھ	١٨٣٣ء	راولینسن نے تحفۃ المجاہدین کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔
١٣١٦ھ	١٨٩٨ء	ڈاکٹر لوپیز نے تحفۃ المجاہدین کا پرتگیزی میں ترجمہ کیا۔

(۱۷)

کتابیات

(عربی)

(۱) ابن خُرداذبہ کی "المسالک والممالک" طبع یورپ ۱۸۸۹ء صفحہ ۶۲
(۲) ابوالفدا حموی کی "تقویم البلدان" طبع یورپ ۱۸۴۰ء صفحہ ۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵
(۳) یاقوت حموی کی "معجم البلدان" طبع یورپ ۱۸۶۹ء جلد چہارم صفحہ ۶۳۹
(۴) ابوالحسن مسعودی کی "مروج الذہب" طبع مصر ۱۲۸۳ھ جلد اول صفحہ ۳۸۲
(۵) بزرگ بن شہریار رام ہرمزی کی "عجائب الہند" طبع یورپ ۱۸۸۳ء صفحہ ۹۴-۱۲۰-۱۵۶
(۶) سلیمان تاجر کا سفرنامہ طبع یورپ ۱۸۱۱ء صفحہ ۱۷-۲۰
(۷) احمد بلاذری کی "فتوح البلدان" طبع یورپ ۱۸۶۶ء صفحہ ۴۳۵-۴۳۶
(۸) زین الدین معبری کی "تحفۃ المجاہدین" قلمی۔
(۹) زین الدین معبری کی "مسالک الاتقیا" قلمی۔ مقدمہ
(۱۰) موسیو سیدیو کی "تاریخ العرب" مترجمہ علی مبارک پاشا۔ طبع مصر۔ صفحہ ۲۶۴
(۱۱) جرجی زیدان کی تاریخ "آداب اللغۃ العربیۃ" طبع مصر جلد ثالث صفحہ ۳۴
(۱۲) اڈورڈ فانڈیک کی "اکتفا القنوع" طبع مصر ۱۸۹۶ء صفحہ ۱۲۱-۴۹۹
(۱۳) "کتاب خانہ خدیویہ کی فہرست" طبع مصر جلد ثالث صفحہ ۲۵۱

(فارسی)

(۱۴) حمداللہ مستوفی کی "نزہۃ القلوب" طبع یورپ۔

(۱۵) عبداللہ شیرازی کی "تاریخ وصّاف" طبع بمبئی ۱۲۶۹ء۔ جلد سوم - صفحہ ۳۰۱ و ۳۰۲ و ۳۰۳
جلد چہارم - صفحہ ۵۳۰ - ۵۳۱ - ۵۰۵

(۱۶) امین رازی کی "ہفت اقلیم" طبع کلکتہ ۱۹۱۵ء صفحہ ۵۳

(۱۷) محمد قاسم فرشتہ کی "تاریخ فرشتہ" - طبع لکھنؤ ۱۸۶۴ء جلد دوم صفحہ ۳۶۸
(اردو ترجمہ طبع کان پور ۱۹۰۵ء جلد دوم صفحہ ۴۸۸ - برگس کا انگریزی ترجمہ طبع لندن ۱۹۲۹ء جلد چہارم صفحہ ۵۳۱)

(۱۸) سکندر منجھو کی "مرآۃ سکندری" طبع بمبئی ۱۸۹۰ء صفحہ ۲۵۷

(۱۹) جمال الدین انجو کی "فرہنگ جہانگیری" طبع کان پور ۱۲۶۳ء جلد دوم - صفحہ ۶۶

(۲۰) حسین علی کرمانی کی "نشان حیدری" طبع بمبئی ۱۳۰۷ھ صفحہ ۹۷

(۲۱) عبدالرحیم صفی پوری کا "کارنامۂ حیدری" طبع کلکتہ ۱۸۴۸ء صفحہ ۳۶ و ۱۴۳ و ۱۵۱

(۲۲) عبدالرزاق سمرقندی کی "مطلع السعدین" جس کا ترجمہ سر ہنری ایلیٹ کی تاریخ ہندوستان میں شامل ہے۔ دیکھیے جلد چہارم - صفحہ ۹۰ - ۹۹ - ۱۰۳

(اردو)

(۲۳) ابن بطوطہ کا "سفرنامہ" مترجمہ مولوی محمد حسین ایم اے - طبع لاہور ۱۸۹۸ء جلد دوم
از صفحہ ۲۷۶ تا صفحہ ۳۰۲

(۲۴) احمد علی گوپاموی کے "حملات حیدری" طبع کلکتہ ۱۸۰۴ء

(۲۵) "موسیو تھیونو کا سفرنامہ" طبع آگرہ ۱۸۹۷ء صفحہ ۶۲ و ۶۶

(۲۶) "ڈاکٹر لیبان کا تمدن ہند" مترجمہ ڈاکٹر سید علی بلگرامی طبع آگرہ صفحہ ۱۷۱

(۲۷) نوفل آفندی کی "صناجۃ الطرب فی تقدمات العرب" کا اردو ترجمہ طبع لاہور ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۹

(انگريزي)

(٢٨) سرهنري اليٽ کي تاريخ هندوستان —

H. M. Elliot : The History of India, London, 1867, Vol. I 90, Vol. IV 98, 99, 103.

(٢٩) سرهنري اليٽ کي مور خان هند —

H. M. Elliot : Historians of Mohammadan India, Calcutta, 1850, Persian Text, pp. 10.

(٣٠) سر والٽر اليٽ کي سڪه جات هندوستان جنوبي —

W. Elliot : Coins of Southern India, London, 1886, pp. 122.

(٣١) اسمٿ کي قديم تاريخ هند —

V. A. Smith : The Early History of India, London, 1909, pp. 597.

(٣٢) ڪالڊول کا ڈراويڈين زبانوں کا گرامر —

R. Cald Well : A Comparative Grammar of the Dravidian Languages, London, 1913, pp. 22, 23, 26.

(٣٣) ڈاڪٽر برنل کي ڪتاب خطوط شناسي هندوستان جنوبي —

A.C. Burnell : South Indian Palaeography, London, 1878, pp. 33.

(٣٤) مار کو پولو کا سفر نامه —

H. Yule : Book of Mar Co Polo, London, 1903, Vol. II pp. 333, 334 389.

(٣٥) سيل کا مقدمه ترجمه قرآن مجيد —

G. Sale : Introduction of the Holy Koran, London, 1903, pp. 16.

(٣٦) رچرڈس کي ڪتاب سينٽ ٿامس کے هندوستاني عيسائي —

W.J. Richards: The Indian Christians of St. Thomas, 1908, pp. 76, 91.

(٣٧) بار بوسا کے و دابع سواحل افريقه و مليبار —

Barbosa : Description on Tee Coasts of East Africa and Malabar, London, 1846, pp. 146.

(۳۸) مکرنڈل کی کتاب ہندوستان قدیم —

J. W. M'Crindle : Ancient India, London, 1889, pp. 190.

(۳۹) رنگا چاری کی کتاب کتبات احاطۂ مدراس —

Ranga-Chari : Inscriptions of the Madras Presidency, Vol. pp.

(۴۰) ڈاکٹر ولسن کی کتاب "مخزونہ کرنل میکنزی" —

H. H. Wilson : Mackenzie Collection, Calcutta, 1828, Vol 1 pp. XCVII.

(۴۱) ڈاکٹر برنل کا رسالہ جنوبی ہندوستان کے پہلوی کتبہ پر —

A. C. Burnell : Phalavi Inscription in South India, Bengloie, 1870.

(۴۲) مارلے کی فہرست مخطوطات تاریخی کتب خانہ رایل ایشیاٹک سوسائٹی —

W. Morley : Catalogue of the Historical Manuscripts in the Royal Asiatic Society London, London 1854, pp. 13.

(۴۳) ڈاکٹر ریو کی فہرست مخطوطات عربی کتب خانہ برٹش میوزیم —

C. Rieu : Catalogue of the Arabic Mss. in the British Museum, London, Vol. II pp. 434.

(۴۴) اوٹو لاتھ کی فہرست مخطوطات عربی کتب خانہ انڈیا آفس ، لندن

O. Loth : Catalogue of the Arabic Mss. in the India Office Library, London, 1877, No. 714-920.

(۴۵) سیوبل کی از یاد رفتہ سلطنت بیجانگر —

R. Sewell : A Forgotten Empire Vijayanagar, London, 1909, Chap. XIV—XV.

(۴۶) ڈانورس کی کتاب ہندوستان کے پرتگیزی اقتدار پر —

F. G. Danvers : The Portuguese in India, London, 1894, Chap. I. to XIV.

(۴۷) یول اور برنل کا انگلو انڈین الفاظ اور مصطلحات کا فرہنگ —

Yule and Burnell: A Glossary of Anglo-Indian Words and Phrases, London, 1903.

(۴۸) هندوستان کا امپیریل گزیٹیر —

The Imperial Gazetteer of India, London, 1912, Vol. XVII pp. 56.

(جرمني)

(۴۹) برو کلمن کي تاریخ ادبیات عرب —

C. Brockelmann : Geschichti Der Arabischen Litteratune, 1898, Vol. II pp. 416.

موقت الشیوع رسایل

(۵۰) کتبات هندوستان —

Epigraphia India, Vol. IV pp 29, Vol. VII Supplement, No 66 to 939.

(۵۱) رسایل رایل اشیاٹک سوسائٹی —

Journals of the Royal Asiatic Society, (1907) pp. 954 (1912) pp. 527.

(۵۲) عتایق هندوستان —

Indian Antiquary, Vol. XVII pp. 259, Vol. XXXI pp. 343, Vol. XXXII pp. 160, 245.

(۵۳) عتایق تامل ادوام —

Tamilian Antiquary, Vol. 1 No 4, pp. 53, 55, 73, 79, Vol. IV No. 1. pp. 69, 71.

(۵۴) مليبار کا سه ماهي رساله —

Malabar Quarterly, Vol. II No. 3, pp. 215-220, 229.

۳۹۶۱

خطباتِ عالیہ

(ہر سہ ۳ حصہ)

ہمارے ناظرین کو معلوم ہے کہ سنہ ۱۸۸۶ء سے سنہ ۱۹۲۶ء تک کانفرنس کے چالیس اجلاس ہندوستان کے مختلف شہروں میں منعقد ہو چکے ہیں۔ ہندوستان کا کوئی مشہور و ممتاز فاضل اجلاس کا صدر ہوتا ہے جس کا خطبۂ صدارت عموماً نہایت مفید و بیش بہا معلومات کا ذخیرہ ہوتا ہے اور خصوصیت کے ساتھ خطبہ میں تمام اہم تعلیمی مسائل پر بحث کی جاتی ہے۔ خطباتِ عالیہ ان چالیس خطباتِ صدارت کا مجموعہ ہے جس میں سنہ ۱۹۲۶ء تک کے تمام صدارتی خطبے سلسلہ وار جمع کر دیئے ہیں لیکن صرف اسی پر قناعت نہیں کی گئی بلکہ خطبہ سے پہلے ہر صدر کی دلچسپ و معتبر سوانح عمری اور فوٹو بھی شامل کیا ہے جس نے ان خطبات کی دلچسپی کو بڑھا دیا ہے۔ پہلی جلد میں ۲۰ خطبے مع حالات و تصاویر ہیں اور دوسری و تیسری جلد میں دس دس اصحاب کے حالات و خطبات و تصاویر ہیں۔

اس کتاب کی وجہ سے بہت سے ان مشاہیرِ ہند و رہنمایانِ قوم کے حالات و خیالات محفوظ ہو گئے ہیں جو کبھی کانفرنس کے صدر رہ چکے ہیں مثلاً نواب محسن الملک، نواب وقار الملک، مولوی محمد سمیع اللہ خاں، سر راجہ صاحب محمود آباد، سردار محمد حیات خاں، مولانا حالی، نواب ڈھاکہ، سر ابراہیم رحمت اللہ، خان بہادر میاں فضل حسین، خان بہادر سر شیخ عبد القادر صاحب وغیرہم۔

اس کتاب کے شائع ہونے سے گویا مسلمانوں کی چہل سالہ تعلیمی تاریخ محفوظ ہو گئی اور اب ہر شخص اس کتاب کی تینوں جلدیں سامنے رکھ کر یہ معلوم کر سکتا ہے کہ گزشتہ چالیس سال کے زمانہ میں مسلمانوں نے تعلیم میں کس قدر ترقی کی اور کس قدر تعلیمی مباحث و مسائل اس مدت میں پیدا ہوئے اور ان کا کیا انجام ہوا۔ نیز یہ کہ مسلمانوں کی تعلیمی ضرورتوں کے متعلق ماہرینِ فن اور رہنمایانِ تعلیم کے کیا خیالات ہیں۔ امید ہے کہ یہ کتاب علمی و تعلیمی حلقوں میں غیر معمولی حسنِ قبول حاصل کرے گی۔ اس کتاب کا ایک دفعہ کا مطالعہ پڑھنے والے کے دماغ میں بیش بہا معلومات کا ایک ذخیرہ جمع کر دے گا اور اس کو مسلمانوں کے تعلیمی معاملات کے متعلق زبردست بصیرت حاصل ہو جائیگی۔ ہر حصہ علیحدہ علیحدہ مجلد ہے، خوبصورت ولایتی پارچہ کی جلد ہے اور پشت پر طلائی حروف میں کتاب کا نام ہے۔ قیمت ہر حصہ مجلد دس روپیہ عہ

ملنے کا پتہ :- **صدر دفتر کانفرنس سلطان جہاں منزل علی گڑھ**

وقارِ حیات

یعنی

نواب وقار الدولہ وقار الملک مولوی حاجی محمد مشتاق حسین صاحب سابق ریونیو سکرٹری گورنمنٹ نظام و آنریری سکرٹری

محمڈن کالج و بانیِ آل انڈیا مسلم لیگ

کی

نہایت مفصل مکمل و دلچسپ و پُر از معلومات سوانح عمری جو ایجوکیشنل کانفرنس نے علی گڑھ کی

پنجاہ سالہ جوبلی کے موقع پر شائع کی

یہ سوانح عمری درحقیقت مسلمانوں کی گزشتہ پنجاہ سالہ زمانہ کی تعلیمی سیاسی اور قومی تاریخ اور عجیب و غریب
واقعات کا مرقع ہے حیدرآباد، علی گڑھ تحریک اور اسلامی پالیٹکس کے متعلق بہت سے پُر اسرار اور مخفی حالات
اس کتاب سے معلوم ہوتے ہیں جو کسی دوسرے طریقے سے نہیں معلوم ہو سکتے

مع مقدمہ

نوشتۂ نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حاجی محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی رئیس بھیکن پور

مطبوعہ مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ

کاغذ سفید تقطیع ۲۰×۲۶ کتابت و طباعت عمدہ، ضخامت تقریباً نو سو صفحے مع فوٹو نواب صاحب

قیمت مجلد ولایتی پارچہ پشت پر طلائی نام ۶ غیر مجلد ۵

ملنے کا پتہ

صدر دفتر کانفرنس سلطان جہان منزل علی گڑھ